امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 6 صفر المظفر 1439ھ بمطابق دسمبر 2017ء شمارہ 10

سیاسی میدان میں امریکا کی شکست کیسے ممکن ہوئی؟

کٹھ پتلی حکومت بدترین سیاسی بحران کا شکار

بداعتماد امریکا کا غیرذمہ دار صدر

امریکی اسٹریٹجی بمقابلہ امارت کی حکمتِ عملی

نیٹو اجلاس امریکا کو کامیاب نہیں کر سکے!

آخر امریکا ہی ناکام و نامراد ہے

فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عن ابی ذر رضی الله تعالی عنه قال: قیل لرسول الله صلی الله علیه وسلم ارأیت الرجل یعمل العمل من الخیر ویحمده الناس علیه وفی روایة ویحبه الناس علیه ـ قال تلك عاجل بشری المؤمن ـ رواه مسلم

سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کیا ارشاد ہے ایسے شخص کے بارے میں جو کوئی اچھا عمل کرتا ہے اور اس کی وجہ سے لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ پوچھنے والے نے یوں عرض کیا کہ کیا ارشاد ہے ایسے شخص کے بارے میں جو کوئی اچھا عمل کرتا ہے اور اس کی وجہ سے لوگ اس سے محبت کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ تو مومن بندہ کی نقد بشارت ہے۔ (مسلم)

فرمان امیر المومنین شیخ الحدیث ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ

افغان غیور عوام کسی کے دباؤ کو تسلیم کرتے ہیں اور نہ ہی اپنے ملک کے معاملات میں کسی کی خواہشات کو مانتے ہیں۔ انہیں اپنے ملک کا استقلال اور اسلامی نظام اپنی جان سے بھی عزیز تر ہے۔ افغان سرزمین میں ڈیڑھ عشرے تک اپنی موجودگی سے آپ نے عبرت حاصل کی ہوگی۔ لہذا یہ بات اچھی ہے کہ جارحیت کو مزید طول دینے کی غلطی کو ختم کر دیں۔ جب بھی افغانستان سے آپ کا ناجائز قبضہ ختم ہو جائے گا، تب امارت اسلامیہ کی طرف سے امریکا سمیت تمام پڑوسیوں اور عالمی برادری کے ساتھ اچھے تعلقات اور معاملات اصول کے دائرے میں نبھانا امارت اسلامیہ کی جامع پالیسی ہے۔ یہاں امارت اسلامیہ کی پالیسی کی یاد آوری ضروری سمجھتا ہوں۔ امارت اسلامیہ کسی کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی چاہتی ہے اور نہ ہی کسی کو اپنے اندرونی معاملات میں مداخلت کی اجازت دیتی ہے۔ اسی طرح کسی کو بھی اجازت نہیں دی جائے گی کہ افغان سرزمین کو کسی کے خلاف استعمال کرسکے۔

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد۶/ صفر ۱۴۳۹ / دسمبر ۲۰۱۷ / شمارہ ۱۰

مدیر اعلیٰ: ولید افغان

نائب مدیر: شمس ابدالی

مجلس مشاورت

ملا اسد افغان — ہارون بلخی

اکرم تاشفین — محمد فرہاد جانباز

سیف العادل احرار

ڈیزائننگ: مولوی محمد فاروق

قیمت فی شمارہ 30 روپے

سالانہ 350 روپے

سالانہ زرتعاون

امریکا، آسٹریلیا، افریقا، یورپی ممالک: 40ڈالر

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات: 30ڈالر

بنگلہ دیش: 28ڈالر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

'ماہنامہ شریعت' امارتِ اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے۔ یہ امارت اسلامیہ کے رسمی 'میڈیا و ثقافتی کمیشن' کی جانب سے شائع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری اسلام و کفر کی کشمکش، سیاسی و جہادی واقعات و حالات اور ستم رسیدہ مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے انسانیت سوز مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکس دروں

سیاسی میدان میں امریکہ کی شکست کیسے ممکن ہوئی 2
معروف مصنف اور تجزیہ کار جناب سید سعید صاحب کی گفتگو 3
امریکی سفیر کے غیر اہم بیانات 7
ملا اختر منصور، ایک یاد! 9
افغان فوجی خود کو کیوں ہلاک کر رہے ہیں؟ 11
کٹھ پتلی حکومت بدترین سیاسی بحران کا شکار 12
امریکی اسٹریٹیجی بمقابلہ امارت کی حکمتِ عملی 14
کنگ کرین کمیشن رپورٹ مسئلہ فلسطین کی اہم دستاویز 15
بداعتماد امریکا کا غیر ذمہ دار صدر 17
امریکا افغان مسلمانوں کا دشمن ہے 19
اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے 21
ٹرمپ کی جنگی پالیسی کے نتائج 22
دینی مدارس امریکا کے خصوصی ہدف! 24
کینیڈین جوڑے کی رہائی، حقیقت کیا ہے؟ 25
سعودی حکومت کے حالیہ اقدامات 28
اسلامی ممالک کے سیاسی نظام میں کرپشن کا آغاز کیسے ہوا؟ 30
اِن شہداء کا کوئی پوچھنے والا نہیں! 31
شہروں کی تباہی نئی امریکی حکمت عملی 32
امریکا کے بعد کا افغانستان؟ 33
نیٹو اجلاس امریکا کو کامیاب نہیں کر سکے! 34
بمباری اور پروپیگنڈا دشمن کی ناکام کوشش 35
ڈاکٹر عبداللہ کا دورہ واشنگٹن 36
آخر امریکا ہی ناکام و نامراد ہے 37
جنگی جرائم اکتوبر 38
افغانستان نومبر 2017 میں 40

Twitter: www.twitter.com/shariatmagazine1
Facebook: www.facebook.com/shariatmagazine
Web: www.alemarahurdu.com
E-mail: shariatmagazine@yahoo.com

سیاسی میدان میں امریکا کی شکست کیسے ممکن ہوئی

رواں ماہ دسمبر کی 21 تاریخ کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں امریکہ کو جس تاریخی شکست کا سامنا کرنا پڑا، 16 برس پہلے امریکہ کی ایسی شکست کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

امریکی صدر ٹرمپ کی طرف سے بیت المقدس کو غاصب اسرائیل کے لئے دار الخلافہ قرار دینے اور اپنا سفارت خانہ تل ابیب سے بیت المقدس منتقل کرنے کے اعلان کے مقابلے میں ترکی، پاکستان اور یمن کی طرف سے پیش کئے گئے قرارداد پر 127 ممالک کے اظہار اعتماد سے پہلی بار جنرل اسمبلی میں کسی امریکی صدر کا فیصلہ اتنی بڑی اکثریت کی طرف سے مسترد کیا گیا۔

رائے دہی کے اس موقع پر 35 ممالک کے نمائندے غیر حاضر تھے صرف 9 ممالک نے امریکی صدر کی حمایت میں ووٹ دیا۔ باوجود اس کے کہ صدر ٹرمپ نے دھمکی دی ہوئی تھی کہ جو ممالک ہماری حمایت نہیں کریں گے انہیں سخت سزا کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن 127 ممالک نے اس کی اس دھمکی کی کوئی پروا نہیں کی اور بڑی جرات کے ساتھ ٹرمپ کے اس نامعقول اقدام کو مسترد کر دیا۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ جنرل اسمبلی میں اس قرارداد سے تین دن پہلے اقوام متحدہ کے سلامتی کونسل کے اجلاس میں 18 دسمبر کو مصر کی جانب سے جو قرارداد پیش کی گئی تھی تو جاپان، فرانس، برطانیہ، او کرائن اور اٹلی سمیت امریکہ کے اتحادی ممالک نے بھی اس قرارداد کے حق میں ووٹ دیا تھا مگر امریکہ نے اس قرارداد کو ویٹو کر لیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا بھر کے مسلمانوں کے لئے تیسرے سب سے بڑے مقدس مقام کے متعلق امریکہ کا یہ فیصلہ اگر ایک طرف ظلم اور غرور و تکبر پر مبنی ہے تو دوسری جانب انتہائی حماقت اور ناعاقبت اندیشی کا ثبوت بھی ہے جس کی وجہ سے امریکہ سیاسی میدان میں نہایت شرمناک شکست سے دوچار ہوا ہے۔

ہم اگر سولہ برس پیچھے جا کر دیکھ لیں تو معلوم ہوگا کہ امریکہ کے ایک دوسرے صدر نے اس سے بھی بڑھ کر ایک ظالمانہ، وحشتناک اور احمقانہ فیصلہ کیا تھا لیکن تب دنیا میں ایسا کوئی نہیں تھا جو امریکہ کے فیصلے کی مخالفت کرتا۔ 2001 میں امریکہ نے 11 ستمبر کے واقعہ کو بہانہ بنا کر ورلڈ ٹریڈ سینٹر کے جڑواں ٹاور زاور ان میں ہلاک ہونے والے بقول ان کے تین ہزار کے لگ بھگ افراد کا انتقام لینے کے لئے ایک آزاد مملکت افغانستان کو کنڈر بنانے، یہاں قائم ایک مشروع حاکمیت کو گرانے اور یہاں لاکھوں انسانوں کے قتل عام کا فیصلہ کیا حالانکہ اس حکومت اور افغان ملت کا اس واقعہ کے ساتھ کسی قسم کا کوئی تعلق بھی نہیں تھا۔

امارت اسلامی افغانستان نے بار بار امریکہ کو مذاکرات کی دعوت دی، اور اس واقعہ میں امارت اسلامی کے ملوث ہونے پر ثبوتوں کا مطالبہ کیا لیکن امریکہ نے امارت اسلامی کے اس مطالبہ کی طرف توجہ دینا بھی گوارہ نہ کیا اور افغانستان پر حملہ کے علاوہ کسی بات پر تیار نہ ہوا۔

بش نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یہ کہہ کر صلیبی جنگ کا اعلان کیا کہ دنیا کو یا ہمارا ساتھ دینا ہو گا یا ہمارے دشمن کا۔ بش کی اس دھمکی کے ساتھ ہی دنیا بھر کے تمام ممالک نے سر تسلیم خم کیا اور کسی ایک ملک نے بھی امریکہ کے اس نامعقول اور حماقت سے بھرپور فیصلے کی مخالفت نہیں کی۔ تمام ممالک یا تو امریکہ کی سربراہی میں اس صلیبی لشکر کا حصہ بن گئے یا اس جنگ میں امریکہ کے سپورٹرز۔

دنیا کے کمزور ممالک نے تو ویسے بھی امریکہ کی بدمعاشی کے سامنے سر تسلیم خم کیا تھا اور اپنی کمزوری کو مجبوری سمجھ بیٹھے تھے لیکن دنیا کے وہ بڑے ممالک جو آج کل ایک بار پھر اچھل رہے ہیں اور مختلف محاذوں پر امریکہ کے مقابل دکھائی دے رہے ہیں، ان میں سے کسی ایک نے بھی امریکہ سے اس معاملہ میں معقول راستہ اختیار کرنے کا مطالبہ نہیں کیا اور نہ ہی یہ کہنے کی توفیق ہوئی کہ اگر یہ مسئلہ مذاکرات سے حل ہو سکتا ہے تو دنیا کو ایک بار پھر اس بڑی جنگ میں مبتلا کرنے اور ایک بے گناہ ملک کے مقابلے میں اتنی بڑی لشکر کشی کی کیا ضرورت ہے؟

تو امریکہ کے مقابلے میں 16 سال قبل اتنی بزدلی اور آج دنیا کی یہ جرات انتہائی بڑی تبدیلی کی علامت ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اتنی بڑی تبدیلی آئی کیسے؟

میں تو کہتا ہوں کہ باقی لوگوں کو تو چھوڑیں اگر خود امریکیوں سے بھی اس حوالے سے پوچھا جائے تو ہر انصاف پسند امریکی بلا سوچ بچار یہ جواب دے گا کہ ایسا صرف امریکہ کا افغانستان کے پہاڑوں اور میدانوں میں تاریخ کی سب سے طویل جنگ میں طالبان کے ہاتھوں شکست کھانے کی وجہ سے ممکن ہوا ہے۔ عام امریکی تو در کنار امریکہ کے موجودہ اور سابقہ حکمران بھی یہی کہتے ہوں گے جو طالبان کے مقابلے میں امریکہ کی شکست کا اعتراف کرتے رہے۔

یہ اب ایک مسلم حقیقت ہے کہ امریکہ کے اس تنزل کا واحد سبب افغانستان میں امریکی شکست ہے، اگر امریکہ افغانستان میں شکست نہ کھاتا تو آج امریکہ کے مقابلے میں دنیا کا موقف 2001 والے موقف سے بھی کمزور ہوتا۔

ہمارا مقصد یہ نہیں کہ گویا ہم امریکہ کے مقابلے میں دنیا کے موجودہ موقف کو بے فائدہ سمجھتے ہیں یا اس کے خلاف ہیں، ہم ترکی میں اسلامی دنیا کے فیصلوں اور اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں امریکی موقف کی مخالفت کرنے والوں کی جرات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اسے مسئلہ فلسطین کے حوالے سے سیاسی میدان میں امریکہ کی پشت پر ایک کاری ضرب سمجھتے ہیں، اور امریکہ کی طرف سے دنیا پر اپنے نامعقول اور حماقت سے بھرپور فیصلوں کے مقابلے میں معقول موقف پر ڈٹے رہنے کی اچھی ابتداء کہتے ہیں اور اس کا اعتراف کرنا اپنی اخلاقی ذمہ داری گردانتے ہیں اور ساتھ ساتھ دنیا سے بھی یہ امید رکھتے ہیں کہ آج کے بعد اپنی اخلاقی ذمہ داری پوری کرنے اور حقائق کا اعتراف کرنے کی جرات کرے۔

امارت اسلامیہ کی بڑی اور مسلسل قربانیوں اور معقول موقف کی وجہ سے امریکہ اس حد تک پہنچ گیا ہے تو ہم اسلامی دنیا کے ساتھ ساتھ غیر مسلم ممالک خاص کر خطے کے ممالک سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ امریکی شکست کے ان اصل اسباب و عوامل سے چشم پوشی نہ کریں اور جس طرح بیت المقدس کے حوالے سے امریکی فیصلے کو مسترد کیا اسی جرات کے ساتھ افغانستان کے حوالے سے بھی امریکہ کے نامعقول فیصلے کو مسترد کر کے امارت اسلامیہ کے معقول موقف کی تائید کریں۔

افغانستان حالات کے حوالے سے معروف مصنف اور تجزیہ کار جناب سید سعید صاحب کی گفتگو

ابو عابد

نوٹ!

جناب 'سید سعید' صاحب افغانستان کے نوجوان قلم کار اور حالاتِ حاضرہ پر گہری نگاہ رکھنے والے تجزیہ کار ہیں۔ انہوں نے افغانستان کے سیاسی حالات پر مختلف میگزینوں میں لاتعداد مضامین اور مختلف ویب سائٹس پر لاتعداد بلاگ لکھے ہیں۔ سید سعید صاحب جنگ میں عوامی نقصانات، ہلاکتوں اور جنگی جرائم پر خصوصی نگاہ رکھتے اور اس موضوع پر لکھتے رہتے ہیں۔ افغانستان میں حال ہی میں امریکا کی جانب سے اندھی بمباری اور حملوں کا سلسلہ شروع ہوا ہے، جس کے ساتھ ساتھ عام لوگوں کی ہلاکتوں کا سلسلہ بھی بڑھ گیا ہے۔ موضوع کی اہمیت کے پیش نظر ہم نے سید سعید صاحب سے گفتگو کی، جو قارئین کی توجہ کے نذر ہے۔ (ماہنامہ شریعت)

سوال:

اگر بات یہاں سے شروع کی جائے کہ افغانستان کے حالات کیسے ہیں؟ چند ماہ قبل امریکی صدر کی نئی جنگی حکمتِ عملی کے اعلان کے ساتھ دشمن کی عسکری نقل و حرکت اور بمباریاں بڑھ گئی ہیں۔ آپ کیا سمجھتے ہیں امریکی حکمتِ ملی کی کامیابی کے کچھ امکانات ہیں یا نہیں؟

جواب:

جارحیت پسند امریکا افغانستان میں ڈیڑھ عشرے تک لڑی جانے والی جنگ میں ناکامی کے بعد بھی یہاں کامیابی کے خواب دیکھ رہا ہے۔ ان کا خیال ہے کسی طرح سے وہ اپنے مقاصد حاصل کر لے، مگر افغانستان کی تاریخ اور غیروں کے خلاف افغانوں کی مضبوط مزاحمت کو دیکھتے ہوئے لگتا یہی ہے کہ امریکا بھی دیگر جارح قوتوں کی طرح شکست کا سامنا کرے گا۔ خصوصا افغانستان کے لیے ٹرمپ کی نئی جنگی حکمتِ عملی شروع ہی سے ناکامی کا شکار ہے۔ کیوں کہ اس حکمتِ عملی کا اہم حصہ چند ہزار فوجیوں اور فضائی بمباری میں اضافہ ہے۔ فوجی اضافہ یا بمباری ایسی کوئی نئی چیز نہیں ہے، جس سے مجاہدین ناواقف ہوں۔ 2009 سے 2014 تک ڈیڑھ لاکھ ظالم فوجی اور تین لاکھ سے زیادہ اتحادی جنگجو، بلیک واٹر اور دیگر کمپنیاں اس کے دائرہ کار میں تھیں۔ یہ نہ صرف مجاہدین کو کمزور کرنے میں ناکام رہے، اُلٹا جارحیت پسندوں کے نقصانات میں اضافہ ہوا ہے۔ اگر بھاگے ہوئے فوجی ایک بار پھر میدان میں آئیں تو بلاشک وشبہ نقصانات ہی اُن کا مقدر ہے۔ آپ دیکھیں گزشتہ تین ماہ میں جارح فوج کی نقل و حرکت میں نسبتا اضافہ ہوا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کے جانی و جنگی نقصانات میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ مثلاً قندھار اور کابل میں جارحیت پسندوں پر فدائی حملے نے انہیں شدید نقصان پہنچایا ہے۔ لوگر میں ان کے بڑے ہیلی کاپٹر کی تباہی بھی بڑا نقصان ہے، جس میں سوار درجنوں فوجی ہلاک ہوئے۔ اسی طرح دیگر صوبوں میں بھی جارحیت پسندوں کے نقصانات میں اضافہ ہوا ہے۔

قابل غور بات یہ ہے کہ جارح قوتوں نے اپنی نئی حکمتِ عملی کے اعلان کے بعد افغانستان کے جن حصوں میں داخلی فوجیوں کے ساتھ مل کر مشترکہ آپریشن کیے ہیں، سب مسلسل ناکامی سے دوچار ہوئے ہیں۔ مثلا قندوز اور ہلمند میں امریکی اور داخلی فوجیوں نے مل کر کارروائیاں کیں، مگر نقصانات اٹھانے کے علاوہ کوئی کامیابی حاصل نہیں کر پائے۔ البتہ جارحیت پسندوں کی فضائی بمباریوں میں عوامی نقصانات بڑھ گئے ہیں۔ بڑے پیانے پر نقصان ہوا ہے۔ اس کے برعکس دشمن کے فضائی اور زمینی آپریشنز کے باوجود مجاہدین نے کئی علاقے فتح کر لیے ہیں۔ حتی کہ ضلعی مراکز تک فتح ہوئے ہیں۔ جیسے 'معروف، شیب کوہ اور شگر۔'

جارحیت کے خلاف جاری جہادی استقامت کو دیکھا جائے تو لگتا یہی ہے ٹرمپ کی نئی حکمتِ عملی بھی بش اور اوباما کی حکمتِ عملیوں کی طرح ناکام رہے گی۔ گزشتہ ڈیڑھ عشرے سے جہادی مزاحمت کو خاموش کرنے کے لیے جارح قوتوں نے ہر طرح کے حربے کر دیکھے ہیں۔ اب چند ہزار مزید فوجی اور فضائی بمباری کے اضافے سے کامیابی کے خواب دیکھنا عقل مندی نہیں ہے۔ امریکا کو چاہیے اپنا سر دیوار سے

ٹکرانے کا سلسلہ ترک کر دے۔ اپنی فوج افغانستان سے باہر نکال دے۔ افغانستان میں کون سا نظام ہونا چاہیے، یہ افغانوں کی سر دردی ہے، امریکا کو اس سے کوئی غرض نہیں ہونی چاہیے۔

سوال:

آپ جنگ میں عام لوگوں کے جانی نقصانات کا خاص مطالعہ کرتے ہیں، امریکا کی نئی جارحانہ پالیسی کے حوالے سے عام لوگوں کی ہلاکتوں کے حوالے سے کیا کہتے ہیں؟

جواب:

ٹرمپ کی نئی حکمتِ عملی کے ساتھ حالات بہت خراب ہو گئے ہیں۔ افغانستان کے مختلف حصوں میں جارحیت پسندوں اور افغان حکومت کے نائٹ آپریشنز، بمباریوں اور براہ راست حملوں میں عوام کو بڑے پیمانے پر جانی و مالی نقصانات اٹھانا پڑے ہیں۔ خواتین، بچے اور بوڑھے شہید ہو رہے ہیں۔ بہت سے لوگ گرفتار کر لیے گئے ہیں۔ عام لوگوں کو دھمکایا اور خوف زدہ کیا گیا ہے۔ عوام کے گھر، مساجد، مدارس، بازار اور دیگر عوامی مقامات پر بمباری کی جارہی ہے۔ حال ہی میں ہلمند کے ضلع موسیٰ قلعہ کے مضافات میں خوب صورت بازار تباہ کر دیا گیا ہے۔ غذائی اشیاء کے اسٹورز اور دکانوں کو آگ لگا دی گئی ہے۔ اسی طرح جارحیت پسندوں کی نئی حکمتِ عملی کے اعلان کے ساتھ عوام کو مختلف طریقوں سے ستایا اور لوٹا جارہا ہے۔

سوال:

عوامی قتلِ عام کے تازہ ترین واقعات کے کچھ اعداد و شمار قارئینِ شریعت کے ساتھ شیئر کیجیے۔

جواب:

12 اکتوبر کو میڈیا نے عوامی جرگے کے چند ارکان اور کچھ عینی شاہدین کے بقول یہ خبر دی کہ صوبہ کنڑ کے ضلع چوکی کے علاقے گلدری میں جارحیت پسندوں کی بمباری سے 2 گھر تباہ اور خواتین اور بچوں سمیت 14 افراد شہید ہو گئے۔

16 اکتوبر کو ننگرہار کے ضلع پچیر آگام کے علاقے 'لوئر صبر' میں جارحیت پسندوں نے کٹھ پتلیوں کے تعاون سے چھاپہ مارا۔ لوگوں پر تشدد کیا گیا۔ گھروں کے دروازے بموں سے اڑا دیے آخر میں پورے گاؤں پر بمباری کر دی گئی۔ جس میں 8 افراد خواتین اور بچوں سمیت شہید ہو گئے۔ 23 اکتوبر کو ننگرہار کے ضلع غنی خیل کے علاقے 'نغہ ویشتم ویالہ' میں جارحیت پسندوں اور داخلی فوجیوں نے عام لوگوں کے گھروں پر چھاپے مارے۔ جس میں ایک ہی خاندان کے 7 افراد شہید کر دیے گئے۔ چھاپوں میں گھروں کے دروازے توڑ دیے جاتے ہیں۔ قیمتی سامان لوٹا اور لوگوں پر تشدد کیا جاتا ہے۔

4 نومبر کو صوبہ غزنی کے ضلع گیرو کے مرکز کے قریب داخلی فوجیوں کے علاقے میں کی گئی بمباری میں 8 عام شہری شہید اور زخمی ہوئے۔

9 نومبر کو صوبہ فراہ کے ضلع خاک سفید میں ننگ آباد بازار اور مضافات کے دیہاتوں پر جارح قوتوں کی بمباری سے 22 افراد شہید اور زخمی ہوئے، جب کہ کئی گھر تباہ ہو گئے۔

19 نومبر کو ہلمند کے ضلع موسیٰ قلعہ کے ضلعی مرکز کے قریب جارحیت پسندوں کی عام لوگوں کے گھروں پر کی گئی بمباری میں 7 گھر تباہ اور ایک خاندان کے بچوں اور خواتین سمیت 10 افراد شہید ہو گئے۔

30 نومبر کو ہلمند کے ضع سنگین میں مالمند بازار کے علاقے میں جارحیت پسندوں نے چھاپے کے دوران 7 افراد کو شہید اور 6 کو زخمی کر دیا۔

سوال:

امریکی بمباریوں، چھاپوں اور ڈرون حملوں کے باعث عام لوگوں کو بہت نقصان پہنچ رہا ہے۔ اس طرح کے وحشیانہ اقدامات کے کیا نتائج نکلیں گے؟

جواب:

پشتو میں محاورہ ہے: 'پہ زور کلی نہ کیرئی' یعنی طاقت کو بقا نہیں ہے۔ جارحیت پسند اور اشرف غنی حکومت کا خیال ہے کہ طاقت اور وحشت کے ذریعے اپنے مقاصد حاصل کر لیں گے۔ وہ یہ نہیں سوچتے کہ روسیوں اور افغان کمیونسٹوں نے بھی اسی طرح طاقت اور وحشت کا فارمولہ آزمایا تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ نہ اپنے قدم جما سکے، الٹا صدیوں قبل جو علاقے روس نے قبضے میں لیے تھے وہ بھی ہاتھ سے نکل گئے۔ امریکی جارحیت پسندوں کی وحشت سے ان کے خلاف جہادی مزاحمت اور بھی مضبوط ہوگی۔ لوگوں میں انتقام کا جذبہ طاقت پکڑے گا۔ انجام کار دوسرے جارحیت پسندوں کی طرح وہ بھی افغانستان سے نکلے گا۔

سوال:

کہا جاتا ہے اشرف غنی حکومت نے دینی شعائر خصوصا علمائے کرام، داعیوں، مدارس اور دیہاتوں میں مساجد کے امام صاحبان کو ڈرانے دھمکانے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ان علاقوں میں زہریلے پروپیگنڈے کے علاوہ کئی حملے بھی کیے جاچکے ہیں۔اس حوالے سے آپ کی معلومات کیاہیں؟

جواب:

حال ہی میں دینی مدارس اور علماء پر بہت حملے ہوئے ہیں۔ چند مثالیں دیکھیے:

17نومبر کو لوگر کے ضلع چرخ کے گاؤں ملا علیم میں جارحیت پسندوں اور داخلی فوجیوں نے چھاپہ مار کر دو گھروں اور مدارس کی تلاشی لی اور مدرسے کے طلباء سمیت 5افراد کو گرفتار کر لیا۔

20نومبر کو صوبہ ننگرہار کے ضلع شیرزاد کے علاقے مرکی خیل میں جارحیت پسندوں نے افغان فوج کے تعاون سے چھاپہ مارا۔ایک عالم دین مولوی شیرین دل صاحب کو شہید اور تین افراد کو گرفتار کرلیا گیا۔

22نومبر کو میدان وردگ کے ضلع نرخ کے کے علاقے عمر خیل میں جارحیت پسندوں اور داخلی فوجیوں نے ایک دینی مدرسے پر چھاپہ مارا۔ مقامی لوگوں کے مطابق فوجیوں نے 8 چھوٹے حافظ بچوں کو دیوار کے ساتھ بٹھایا اور پھر سب کو سروں میں گولیاں مار شہید کر دیا۔

26نومبر کو جارح فوج نے لغمان کے ضلع قرہ باغ اور امیرڑ کے علاقوں میں ایک عالم دین سمیت پانچ افراد کو شہید اور تین کو گرفتار کر کے ساتھ لے گئی۔

22اکتوبر کو صوبہ زابل کے ضلع شاہ جوئی اور نوبہار کے درمیان لوڑ مرغے بٹ خیلو کے علاقے میں ایک مسجد پر بمباری کی گئی۔ جس سے مسجد میں موجود تین طالب علم شہید ہوگئے۔بعدازاں اسی علاقے سے 5افراد کو گرفتار کرلیا گیا۔

17 ستمبر کو صوبہ کے غزنی ضلع دہ یک کے بالائی علاقے میں افغان فوج نے ایک عالم دین مولوی عبدالہادی اخوندزادہ کو شہید کر دیااور اُن کے بیٹے اور اہلیہ کو زخمی کر دیا۔

اسی طرح کے بہت سے واقعات ہیں، جن میں دشمن نے مدارس اور دینی مراکز کو بند کرنے اور دہشت پھیلانے کے لیے ظالمانہ کارروائیاں کی ہیں۔ طلباء وعلماء کو بلاکسی وجہ کے شہید کیا گیاہے۔ان کی ایسی کارروائیاں واضح طور پر اسلام دشمنی پر مبنی ہیں۔

سوال:

اشرف غنی نے اسلام پسند حلقوں کے خلاف دشمنی پر مبنی اقدامات اور حملے کیوں شروع کر رکھے ہیں؟ کیا یہ کوئی طے شدہ پلان ہے؟

جواب:

آپ بہتر جانتے ہیں جارحیت پسندوں کا مقصد صرف زمین پر قبضہ نہیں ہے۔ یہ چاہتے ہیں کہ اپنے مقبوضہ علاقوں میں طاقت اور دولت کے ذریعے لوگوں کواُن کے دینی شعائر سے دور کر دیا جائے۔اپنی ثقافت سے دور کر دیا جائے۔آخر کار ایسی ایک نسل کی سامنے لائی جائے، جسے امریکا کے مفاد کے لیے استعمال کیا جائے۔ میرا خیال ہے یہ جارحیت پسندوں کا بہت اہم منصوبہ ہے کہ دینی مدارس، علماء اور داعیان دین کا راستہ روکا جائے۔ چوں کہ یہ واقعات زور پکڑ رہے ہیں، میرا خیال ہے دینی تعلیمات اور افغان ثقافت کے ساتھ اشرف غنی اور اتمر کی دشمنی اور لادینیت واضح ہورہی ہے۔

سوال:

آپ کے خیال میں امریکی وحشیانہ حکمتِ عملی اور اشرف غنی کے اسلام مخالف رویے کے خلاف معاشرے کے مختلف طبقات کی ذمہ داری کیاہے؟ ہمارے علمائے کرام، دانش ور، یونیورسٹی کالج کے طلباء، نوجوان اور عام لوگوں کو کیا کرنا چاہیے؟

جواب:

الحمدللہ! ہم سب مسلمان ہیں۔ معاشرے کے تمام طبقات اسلام سے وابستہ ہیں۔ اسلام ہماری نجات کا وہ مقدس راستہ ہے، جس نے ہمیں عزت بخشی ہے۔ بہت سی برائیوں سے نجات دی ہے۔ ہمیں جنگلی زندگی سے ایک مہذب معاشرہ میں منتقل کیا ہے۔ ہم اسلامی شعائر، دینی اقدار، قومی مفادات، زمینی خود مختاری کا دفاع کرنے کے لیے مزاحمت کر رہے ہیں۔ اس مقدس جنگ میں معاشرے کی تمام اقوام اور طبقات نے حصہ لیاہے۔اب ہماری مقدس سرزمین پر ٹرمپ اور اشرف غنی کی قیادت میں دینی مقدسات اور مقامات کی بے احترامی اور

توہین کا سلسلہ جاری ہے۔ علمائے کرام اور داعیوں کو ایذائیں دی جاتی ہیں۔ معاشرے کے تمام طبقات کی ذمہ داری ہے اس غلط عمل کے خلاف رد عمل دکھائیں ۔ ملک و ملت کے دشمنوں کے خلاف مسلح مقابلہ کریں۔ قلمی مزاحمت کا راستہ اپنائیں۔ کم از کم سڑکوں پر نکلیں ۔ مظاہرے کریں۔ جارحیت پسندوں اور کابل انتظامیہ کی حالیہ دہشت گردی کے خلاف کوئی بھی جائز طریقہ اختیار کیا جائے۔

سوال:

کچھ لوگ جو خود کو فکر اور قلم کا مالک بھی کہتے ہیں۔ ہر وقت افغانستان اور عوام سے محبت کے دعوے کرتے ہیں، مگر افغانستان کے موجودہ حالات میں خاموش یا غیر جانب دار ہیں یا کسی نہ کسی صورت میں جارحیت پسندوں کا ساتھ دیتے ہیں۔ آپ ایسے لوگوں سے کیا کہنا چاہیں گے؟

جواب:

چوں کہ کچھ لوگ افغانستان میں کفر و اسلام کے درمیان جاری جنگ کو صرف امارت اسلامیہ کی جنگ سمجھتے ہیں۔ خود کو غیر جانب دار سمجھتے یا جارحیت کی حمایت کرتے ہیں، وہ بہت بڑی غلط فہمی کا شکار ہیں۔ یہ تو روز روشن کی طرح واضح ہے افغانستان پر امریکی جارحیت ایک ناجائز عمل ہے۔ یہاں لاکھوں لوگ شہید اور زخمی ہو چکے ہیں۔ ہزاروں افراد کو جیلوں میں ڈالا گیا ہے۔ مختلف طریقوں سے اذیت دی جاتی ہے۔ کیمیائی اسلحہ اور فاسفورس کا زہریلا مواد ان پر استعمال کیا گیا ہے۔ جن کی وجہ سے ہماری زندگی، وسائل اور ماحول کو بڑا نقصان پہنچا ہے۔ جس دشمن نے ہماری زمین غصب کر رکھی ہو، خون بہایا ہو، آزادی سلب کر لی ہو، دینی اور قومی اقدار پامال کی ہوں، ایسے دشمن کے بارے میں خاموش اور غیر جانب دار رہنا اپنے دین، زمین اور قوم سے غداری ہے۔ غیروں سے اپنی آزادی حاصل کرنا شرعی اور فطری حق ہے۔ اسلام اور کفر کے درمیان مقابلے میں غیر جانب داری کا کیا مطلب؟ یہاں تو دو فریق موجود ہیں۔ حق اور باطل! قرآن کریم نے بھی یہی تقسیم کر رکھی ہے۔ حق کے طرف داروں کو حزب اللہ اور باطل کے طرف داروں کو حزب الشیطان کا نام دیا ہے۔ صلیبی جنگ کے کمانڈر اعلی جارج بش نے بھی کہا کہ دو گروہ ہیں۔ ہمارے ساتھی بنو یا دہشت گردوں کے! (یعنی اسلام کی دفاعی قوت مجاہدین کے) تیسرا کوئی فریق نہیں ہے۔

اے غیر جانب دار لوگو! افغانستان صرف امارت اسلامیہ کا ہے؟ آپ کا اس میں حصہ نہیں ہے؟ اگر خود کو حصہ دار سمجھتے ہو تو پھر غیر جانب دار کیوں ہو۔ جارحیت پسند کفار نے اسلام پر بھی حملہ کر رکھا ہے اور افغانستان پر بھی قبضہ کر رکھا ہے۔ جو لوگ جارحیت پسندوں کی حمایت کرتے ہیں۔ انہیں 'خلقیوں' اور 'پرچمیوں' اور ان سے پہلے کے 'لاٹیوں' کے تاریک انجام سے خوف زدہ ہونا چاہیے۔ جنہیں دنیا میں کوئی جنازہ اور فاتحہ پڑھنے والا نہیں ملا۔ ان کے رشتہ دار اُن سے رشتہ داری کا اظہار کرتے ہوئے شرماتے ہیں۔ آخرت میں جارحیت پسند کفار کے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔

سوال:

قارئین شریعت کے لیے آپ کوئی خاص پیغام دینا چاہیں؟

جواب:

قارئین کو چاہیے حق اور باطل کے درمیان جاری جنگ میں محتاط رہیں۔ دشمن نے جہاد کی بدنامی کے لیے بہت سے حربے استعمال کیے ہیں۔ سیکڑوں برقی اور پرنٹ میڈیا ادارے چل رہے ہیں۔ بہت بڑے مصارف ادا کر کے دانش وروں اور ماہرین کے نام پر اپنے مفادات کے محافظ افراد کو مقرر کیا گیا ہے۔ یہی افراد دن رات مقدس جہاد کو غیروں کے مفادات اور پراکسی جنگ کا نام دیتے ہیں۔ مختلف شکلوں میں جارحیت پسندوں کی ناجائز موجودگی کے لیے قانونی دلائل فراہم کرتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے پروگراموں، بیانات اور تحریروں میں نوجوانوں کو بے راہ روی پر لگانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مغربی کلچر پر آمادہ کرتے ہیں۔ اپنے سے پر بد اعتماد کرتے ہیں۔ اسلام اور دینی اقدار کو پسماندگی کا باعث قرار دیتے ہیں۔ سب سے بڑھ کر جہاد، آزادی، علماء اور مراکزِ دینیہ کو انتہا پسندی کا باعث سمجھتے ہیں۔ قارئین کو چاہیے مجاہدین کی نشریات کو فالو کریں۔ دشمن کے پروپیگنڈے پر اعتماد نہ کریں۔ جس موضوع پر مجاہدین کا موقف سامنے نہ آئے، انتظار کیا جائے۔ غلط تاویلات کے پیچھے نہ چلیں۔ علماء، دانش وروں اور دینی اقدار کے محافظ لوگوں سے اپنا تعلق قائم کریں۔ خاص طور پر دینی طالب علم اور عصری علوم کے طلبہ سے مطالبہ ہے کہ اپنی درسی کتابوں کے مطالعے کے ساتھ سیرتِ نبوی ﷺ، صلیبی جنگوں، اسلام اور افغانستان کی تاریخ کا مطالعہ کریں۔

امریکی سفیر کے غیر اہم بیانات

حسن مومند

قارئین کے علم میں ہوگا کہ افغانستان میں امریکی سفیر ہوگو لارنس نے میڈیا میں جاری ایک بیان میں کہا کہ امریکی افواج غیر معینہ مدت تک افغانستان میں رہیں گی۔ نئی اسٹریٹیجک پالیسی کے مطابق امریکا خود ہی افغانستان سے نکلنے کا فیصلہ کرے گا۔ ان کا کہنا تھا کہ کابل اور واشنگٹن کے مفادات مشترک ہیں۔ اہداف کے حصول تک بیرونی افواج افغانستان میں رہیں گی۔ جب کہ نکلنے کا فیصلہ اپنے وقت پر کیا جائے گا۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ ملکی اور بین الاقوامی سطح پر طالبان (مجاہدین) پر دباؤ بھی ڈال کر ان سے دستبردار ہونے کے لیے کہا جائے گا، تاکہ ان کے ساتھ صلح کے لیے ماحول سازگار بنایا جا سکے۔ اس سے قبل امریکی میڈیا نے بھی یہ عندیہ تھا کہ امریکا طویل مدت تک اپنے وجود کو برقرار رکھنے کے لیے کابل میں سی آئی اے کا دفتر کھولنے کا ارادہ رکھتا ہے، تاکہ افغانستان سمیت علاقائی ممالک کو کنٹرول کرتے ہوئے مخالفین کے مراکز پر حملے بھی کیے جا سکیں۔ روزنامہ نیویارک ٹائمز کے مطابق امریکا نے نئی اسٹریٹیجک پالیسی میں سی آئی اے کے اختیارات میں بھی اضافہ کیا ہے۔ امریکا جنوبی ایشیا کے لیے سب سے بڑا انٹیلی جنس مرکز بھی بنانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اسی کے ساتھ کابل میں گرین زون کا علاقہ بھی وسیع کرنے کا منصوبہ زیرِ غور ہے۔ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کا بھی کہنا ہے کہ امریکی افواج طویل عرصے تک افغانستان میں موجود رہیں گی۔ انہوں نے سابق صدر بارک اوباما کو بھی تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا کہ انہوں نے امریکی افواج کے انخلا کی تاریخ متعین کر کے غلطی کی تھی، جس سے طالبان (مجاہدین) نے فائدہ اٹھاتے ہوئے حملوں میں تیزی پیدا کر دی تھی۔

اس حقیقت سے دنیا واقف ہے کہ افغانستان پر جارحیت کے بعد سے ہر امریکی سفیر دراصل افغانستان کا حاکم ہوتا ہے۔ داخلہ اور خارجہ پالیسیوں سمیت سبھی بڑے فیصلے وہی کرتا ہے۔ لہٰذا امریکی سفیر کابل کی کٹھ پتلی انتظامیہ کے سربراہ اشرف غنی کی طرح نہیں ہے، جس کے بیانات کا نہ کوئی نوٹس لیا جاتا ہے اور نہ ہی ان پر کوئی خاطر خواہ توجہ دی جاتی ہے۔ اس کے برعکس امریکی سفیر کے بیانات کو نہایت سنجیدگی سے لیا جاتا ہے۔ روس، چین اور دیگر علاقائی ممالک میں ان کے بیانات سے تشویش بھی پھیل جاتی ہے۔

ہمارا واضح مؤقف ہے اور آئندہ بھی یہی مؤقف اپنائیں گے کہ امریکا نے اپنے اتحادیوں سمیت افغانستان پر جارحیت کر کے اس ملک پر ناجائز قبضہ کیا ہے۔ اس قبضے کے سولہ برس گزر گئے ہیں۔ ان سولہ برسوں کے دوران افغانستان کا چپہ چپہ غاصب فوج کی بمباریوں کا شکار ہوا ہے۔ بے تحاشا شہریوں کو تہ تیغ کیا گیا ہے۔ بین الاقوامی طور پر ممنوع بموں کا بھی استعمال کیا گیا ہے۔ مظلوم مسلمانوں کے مدارس، اسکولز سمیت دیگر تعلیمی ادارے، مساجد، ہسپتال، جنازے اور شادی کی تقریبات تک کو نشانہ بنایا گیا ہے۔ کئی مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ ایک

> غاصبین کے مقابلے میں جہادِ افغانستان وہ مقدس جنگ ہے، جو مسلم دین وملت کی آزادی اور مذہبی فریضے کے طور پر لڑی جارہی ہے۔ امارت اسلامیہ نے پوری دنیا کو پریشان رکھنے والے ظالم کے خلاف نہ صرف علم جہاد بلند کیا ہے، بلکہ اس امریکی اتحاد کو گھٹنے ٹیکنے پر بھی مجبور کیا ہے۔ امارت کے انہی بلند عزائم کی بدولت اس کا مورال دن بہ دن بہتر ہو رہا ہے۔ دنیا مشاہدہ کر رہی ہے کہ مجاہدین روز بروز کامیابیاں سمیٹ رہے ہیں۔ نوجوان طبقہ اتنی بڑی تعداد میں جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر کفار کے خلاف جنگ میں کودنے کو تیار ہے، جسے مسلح کرنا امارت کے لیے سخت مرحلہ ہے۔ امیر المؤمنین کا فرزند بھی جہاد کی پہلی صف میں نہایت مضبوط احساس کے ساتھ عام مجاہدین کی طرح لڑ رہا ہے۔ افغانستان دن بہ دن مجاہدین کے کنٹرول میں آتا جا رہا ہے۔ سرکاری حکام کئی مرتبہ کہہ چکے ہیں کہ ہمارے کئی صوبے خطرے میں ہیں۔

ہی حملے میں سو سے زائد افراد کی شہادتیں واقع ہوئی ہیں۔ اسی کے ساتھ ہمیں اور بھی ناقابل تلافی نقصانات پہنچے ہیں اور شاید مستقبل میں بھی یہ سلسلہ جاری رہے۔

الغرض امریکا کے افغانستان پر غاصبانہ قبضے کی وجہ سے ہمیں بہت سے مادی و روحانی نقصانات پہنچے ہیں، لیکن اس صورت حال کا سامنا صرف ہمیں ہی نہیں، بلکہ کئی ممالک کو اس صورت حال کا سامنا کرنا ہوگا، جو امریکا کے لیے خطرناک ہیں یا جنہیں امریکا اپنے مفادات کی راہ میں رکاوٹ سمجھتا ہے۔ امریکا یہاں بہت ہی خطرناک ارادے لے کر آیا ہے۔ اگر مجاہدین افغانستان میں امریکا کی راہ میں رکاوٹ نہ بنتے تو دنیا کو معلوم ہو جانا تھا کہ امریکا کے کیا عزائم ہیں؟ ہم نے ہمیشہ یہی کہا ہے کہ ہمارے ساتھ یہ بہت بڑا ظلم ہے کہ دنیا کے چوٹی کے ممالک اور امریکا کے اتحادی اس پورے خطے کو غارت کرنے کے لیے آئے تھے، ان کے مقابلے کے لیے صرف ہمیں آگے ہونا پڑا ہے۔ دنیا کے بڑے ممالک نے نہ صرف یہ کہ ہماری مدد نہیں کی، بلکہ سخت خوف کے مارے بہت سے مواقع پر وہ کچھ کیا، جو امریکا کی خواہش تھی۔ فریب، دھوکا دہی، بے شرمی، بے اعتمادی اور مادہ پرستی میں امریکا کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔ اب بھی وقت ہے کہ علاقائی ممالک امریکا کے ناجائز ارادوں کے خلاف جہادِ افغانستان کی حمایت کر کے وحدت کا ثبوت دیں۔ ہمیں یقین ہے امریکی سفیر کے بیانات گرے ہوئے مورال کو بحال کرنے کے لیے ہیں۔

امریکا کے ہاتھوں بنی کٹھ پتلی افغان فوج اسلام کے ساتھ کچھ مناسبت رکھتی ہے اور نہ ہی اُسے افغان ثقافت کے ساتھ کچھ لگاؤ ہے۔ دل چسپ یہ کہ افغان فوج میں شامل کئی فوجیوں کو اس بات کا یقین ہے کہ وہ مجاہدین کے خلاف باطل کی حمایت میں لڑ رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے گزشتہ سولہ برسوں کے دوران امریکی حکام افغان کاسہ لیس فوج کی کارکردگی مطمئن نہیں ہیں۔ روز بروز فوج سے بھاگنے والوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ پوری دنیا کا یہی ماننا ہے کہ مجاہدین کے مقابلے میں امریکی اتحاد شکست سے دوچار ہے۔ اسی لیے کئی امریکی اتحادی میدان چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں۔ جب کہ امریکا کے کسی بھی معتبر ادارے پُرامید نہیں ہے۔ خود امریکی وزیر دفاع نے بھی کئی مرتبہ شکست کا اعتراف کیا ہے۔

گزشتہ دنوں انہوں نے نہایت صراحت کے ساتھ کہا کہ طالبان (مجاہدین) کے مقابلے میں نئی اسٹریٹیجک پالیسی ناکامی سے دوچار ہے۔ ٹرمپ نے بھی کہا ہے کہ افغان جنگ امریکی تاریخ کی طویل ترین جنگ ہے، جس کا جیتنا نہایت مشکل ہے۔

غاصبین کے مقابلے میں جہادِ افغانستان وہ مقدس جنگ ہے، جو مسلم دین و ملت کی آزادی اور مذہبی فریضے کے طور پر لڑی جا رہی ہے۔ امارت اسلامیہ نے پوری دنیا کو پریشان رکھنے والے ظالم کے خلاف نہ صرف علم جہاد بلند کیا ہے، بلکہ اس امریکی اتحاد کو گھٹنے ٹیکنے پر بھی مجبور کیا ہے۔ امارت کے انہی بلند عزائم کی بدولت اس کا مورال دن بہ دن بہتر ہو رہا ہے۔

دنیا مشاہدہ کر رہی ہے کہ مجاہدین روز بروز کامیابیاں سمیٹ رہے ہیں۔ نوجوان طبقہ اتنی بڑی تعداد میں جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر کفار کے خلاف جنگ میں کودنے کو تیار ہے، جسے مسلح کرنا امارت کے لیے سخت مرحلہ ہے۔ امیرالمؤمنین کا فرزند بھی جہاد کی پہلی صف میں نہایت مضبوط احساس کے ساتھ عام مجاہدین کی طرح لڑ رہا ہے۔ افغانستان دن بہ دن مجاہدین کے کنٹرول میں آتا جا رہا ہے۔ سرکاری حکام کئی مرتبہ کہہ چکے ہیں کہ ہمارے کئی صوبے خطرے میں ہیں۔

جب 2001 میں انسانی تاریخ کے سب سے بڑے فوجی اتحاد نے اپنے لاؤلشکر سمیت افغانستان پر چڑھائی کی، جدید وسائل سے لیس تقریباً ایک لاکھ بیس ہزار فوجی طیاروں سمیت افغانستان وارد ہوئے، تب مجاہدین کے قبضے میں ایک ضلع بھی نہیں رہا تھا۔ مالی وسائل نہیں تھے۔ امارت نے اتنے عظیم اتحاد کے مقابلے میں بھی اپنا مورال گرنے نہیں دیا۔ امارت اسلامیہ نے نہایت کامیابی کے ساتھ چھوٹے اسلحے کے ساتھ میدانِ جنگ میں اپنا آپ منوایا ہے۔ اب جب کہ آدھے سے زیادہ افغانستان مجاہدین کے قبضے میں ہے، دشمن بھاگنے پر مجبور ہے، نیٹو اتحاد کا سربراہ امریکا نہایت وضاحت کے ساتھ شکست کا اعتراف کر رہا ہے۔

تو ان حالات میں مجاہدین کا مورال مزید بہتر ہو رہا ہے۔ امریکی سفیر اور ان جیسے دیگر افراد کے بیانات کی مجاہدین کے ہاں کوئی وقعت نہیں ہے۔ یہ جنگ تب تک جاری رہے گی، جب تک دشمن افغانستان کو چھوڑ کر نہیں چلا جاتا۔

ان شاءاللہ

ملا اختر منصور، ایک یاد!

شریف اللہ پکتیاوال

یہ پانچ سال قبل کی بات ہے کہ میری امارت اسلامیہ میں باقاعدہ کوئی ذمہ داری نہیں تھی۔ اُن دنوں امیر المؤمنین ملا محمد عمر رحمہ اللہ بھی حیات تھے۔ مجھے ایک قریبی ساتھی کے واسطے سے ایک ایسی محفل میں شرکت کا موقع ملا، جس میں شہید منصور صاحب بھی موجود تھے۔ اس مجلس میں پچاس کے قریب لوگ تھے، جن میں سب بڑے عسکری کمانڈر اور بڑے عہدوں کے ذمہ داران شامل تھے۔

ہم ایک بیٹھک میں منصور صاحب کے انتظار میں بیٹھے تھے۔ افغانی روایت کے مطابق قہوہ پی رہے تھے، جب کہ وہاں بیٹھے لوگ مجاہدین کے عجیب و غریب واقعات سنا رہے تھے۔ اتنے میں میزبان نے دروازے سے جھانکتے ہوئے اطلاع دی کہ منصور صاحب آ گئے ہیں۔ وہاں موجود تمام افراد بہت احترام اور ادب سے کھڑے ہو گئے۔ سب کی نظریں دروازے کی جانب مرکوز تھیں۔ منصور صاحب ایسی حالت میں اندر آئے کہ ایک مٹیالے رنگ کا رومال ان کے چہرے پر تھا۔ گرمی کا موسم تھا۔ شاید دھوپ سے بچنے کے لیے یوں چہرہ ڈھانپ رکھا تھا۔ انہوں نے آتے ہی سلام کیا اور سب سے فرداً فرداً گلے ملے۔

گلے ملتے ہوئے ایک ساتھی نے مزاحاً اُن سے کہا:

'میاں! چہرہ دکھاؤ۔ تم جعلی منصور ہو یا اصلی والے!'

اس بات کا پس منظر یہ تھا کہ اُن دنوں ایک غیر معروف 'منصور' نامی دکان دار نے کابل انتظامیہ سے بات چیت اور مذاکرات کا ایک انتہائی پختہ اور بااعتماد سلسلہ بھی شروع کر رکھا تھا۔

جس ساتھی نے منصور صاحب سے یہ بات کی تھی، وہ منصور صاحب کا انتہائی قریبی ساتھی تھا۔ جس سے میں یہ سمجھا کہ منصور صاحب اپنے دوستوں اور ساتھیوں کے ساتھ ہنسی مزاح کی باتیں بھی کرتے ہیں۔ اس ساتھی کی بات پر سب ہنس پڑے۔ چوں کہ وہ لوگوں سے مل رہے تھے، اس لیے ہمیں پتا نہیں چلا۔ ممکن ہے وہ بھی اس بات پر ہنسے ہوں، مگر میں نے ان کے ہنسنے آواز نہیں سنی۔ سلام کے بعد وہ بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھ گئے۔ سب سے ایک بار پھر حال احوال لیا۔ پھر سورۃ النصر کی تلاوت کی اور پھر خوب دعا مانگی۔ خصوصاً شہدا کے حق میں بہت دعا مانگی۔

دعا کے بعد منصور صاحب نے ایک گلاس پانی مانگا۔ پانی پینے کے بعد سر سے رومال ہٹایا اور جس ساتھی نے کہا تھا کہ 'اصلی منصور ہو یا جعلی!' انہیں دیکھ کر پوچھا: گھر میں سب خیریت ہے؟ ساتھی سب ٹھیک ہیں؟ اس وقت خود منصور صاحب اور دیگر تمام ساتھی بہت محبت سے مسکراتے رہے۔ بعدازاں منصور صاحب نے اپنی گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا:

'اللہ تعالی کا بہت شکر ادا کرنا چاہیے۔ دن رات اللہ تعالی کی طرف متوجہ رہیں، جس نے ہماری نصرت فرمائی۔ ہمیں بہت بڑی کامیابی سے نوازا ہے۔ ہم

ہر روز دیکھتے ہیں کہ چیک پوسٹیں فتح ہو رہی ہیں۔ بڑے بڑے اڈے فتح ہو رہے ہیں۔ اضلاع اور علاقے ہاتھ آ رہے ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی نصرت ہے۔ یہ اللہ کا خاص کرم ہے۔ یہ اللہ کی وہ مدد ہے، جو اللہ نے اپنے مخلص بندوں صحابہ کرام سے بدر میں فرمائی تھی۔ اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اللہ کے سامنے عجز و زاری کرنی چاہیے۔ دن رات اللہ کے سامنے روئیں کہ وہ مزید مدد نازل فرمائے۔ مزید ہماری مدد فرمائے۔'

اس بارے میں ہدایت یہ ہے کہ جب بھی کوئی چیک پوسٹ فتح ہو، کوئی اڈہ یا ضلعی ہیڈ کوارٹر فتح ہو جائے تو ساتھی وہاں گروپوں کی صورت میں نہ جائیں۔ وہاں رہائش نہ اختیار کریں۔ وہاں رُکیں نہیں۔ کیوں کہ ایک جانب فضائی حملے کا خطرہ ہوتا ہے دوسری طرف یہ خطرہ بھی ہوتا ہے کہ مکار دشمن نے اپنے مرکز میں بم چھپا رکھے ہوں۔ اور مجاہدین کے داخل ہونے کے ساتھ ہی بم پھٹ جائیں۔ لہذا کسی صورت بھی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ بے پروائی کا مظاہرہ کیا جائے۔

دوسری بات یہ کہ ہمیں جب بھی دشمن کی جانب سے شدید نقصان پہنچا ہے، بعد کی معلومات پتا چلا کہ دشمن کو یہ موقع ساتھیوں کی بے احتیاطی کی وجہ سے ملا تھا۔ پہرہ نہیں بٹھایا گیا۔ پہرہ دینا بے حد ضروری ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ پہرہ دینے کا اجر کتنا زیادہ ہے۔ لہذا ہدایت یہ ہے کہ آج کے بعد سب اس بات کے ذمہ دار ہیں کہ پہرہ پوری تندہی سے دیا جائے، تاکہ خدانہ کرے ہماری بے احتیاطی سے ساتھیوں کو نقصان پہنچ جائے۔

ایک اور انتہائی اہم بات یہ ہے کہ عوام کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آئیں۔ سفید ریش بزرگوں کا احترام کریں۔ نوجوانوں کے ساتھ معمولی باتوں پر تکرار نہ کریں۔ کیوں کہ عوام مجاہد صفت عوام ہیں۔ یہ بہت بہادر لوگ ہیں۔ یہ وہ قوم ہے، جو آپ کو کھانا کھلاتی ہے۔ آپ کو رات کو ٹھہرنے کے لیے جگہ دیتی ہے۔ آپ کو بھی چاہیے کہ ان سے تعاون کریں۔ ہمارا یہاں زمین پر ان کے سوا کون ہمدرد ہے؟ ہم اسی قوم کے بچے ہیں، جو جہاد کر رہے ہیں۔ جہاد کا راستہ انہی لوگوں نے ہمیں سکھایا ہے۔ انہوں نے روس کے خلاف جنگ نہ لڑی ہوتی تو نجانے آج افغانوں کی حالت کیا ہوتی۔ یہی لوگ تھے، جنہوں نے روس کو شکست دی۔

عام لوگوں کا خیال رکھنے اور ان کو تحفظ دینے کے حوالے سے ہدایت یہ ہے کہ عام لوگوں سے واسطہ نہ رکھیں۔ انہیں تکلیف نہ پہنچائیں۔ جس مجاہد کے بارے میں ایسی شکایت ملے گی، اس سے باز پرس کی جائے گی۔ خدانخواستہ اگر کسی کے ہاتھوں کسی عام فرد کا بے گناہ قتل ہوا اور ہمیں مقتول کے خاندان کی طرف سے درخواست موصول ہوئی تو ہم قاتل کو کٹہرے میں کھڑا کریں گے۔ پھر مقتول کے خاندان کی مرضی ہوگی کہ قصاصاً قاتل کو قتل کر دے یا دیت لے یا معاف کر دے۔ یہ ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ تمام مجاہدین ساتھیوں کو آگاہ کر دیا جائے۔'

اس کے بعد تمام ساتھیوں کو اپنی اپنی بات کہنے کے لیے وقت دیا گیا۔ ظہر کی نماز ادا کی پھر کھانا کھایا گیا۔ کھانے کے بعد افغانستان کے مختلف علماء اور بزرگوں کے بارے میں حال احوال چلتا رہا۔ شہید منصور صاحب بہت ذمہ داری کے ساتھ ساتھیوں اور علماء کے حوالے سے پوچھ رہے تھے۔

یہ میری زندگی کا وہ یادگار دن ہے، جو میں کبھی نہیں بھول سکتا!

افغان فوجی خود کو کیوں ہلاک کر رہے ہیں؟

موسیٰ فرہاد

کابل پارلیمنٹ کے ایک رکن نے ایک ٹی وی انٹرویو میں کہا کہ 'جب صدر اشرف غنی کے سکیورٹی مشیر حنیف اتمر سمیت سکیورٹی اداروں کے افسران کو پارلیمنٹ اجلاس میں بلا کر اُن سے جنگ کے حالات پوچھے گئے تو انہوں نے بتایا کہ روزانہ اسی تا سو فوجی اہل کار مجاہدین کے ساتھ جنگوں مارے جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا اگر یہ سلسلہ آئندہ چھ ماہ تک جاری رہا تو ممکن ہے حکومت ایک خطرناک بحرانی حالت سے دوچار ہو جائے اور ممکنہ طور پر یہ تحلیل ہو سکتی ہے۔ دوسری طرف سیگار نے اپنی ایک رپورٹ میں واضح کیا تھا کہ افغان فوج کے نقصانات کا سلسلہ دن بدن بڑھ رہا ہے، مگر افغان فریق نے امریکی حکام سے درخواست کی ہے کہ افغان حکومت کے فوجی نقصانات کی رپورٹیں خفیہ رکھی جائیں۔ جب کہ افغان فوجیوں کا مورال دن بہ دن خاک آلود ہوتا جا رہا ہے۔

دشمن کے یہ تلخ اعترافات اپنی جگہ، اس پر غور کیا جانا چاہیے کہ کابل انتظامیہ کے اہل کار اس وقت ماضی کی نسبت زیادہ تعداد میں ہلاک ہو رہے ہیں۔ تحقیقی اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ صرف رواں سال کے ایک ماہ کے 25 دنوں میں 1750 سے زیادہ اہل کار مارے گئے، جن میں فوج، پولیس، اربکی اور پرائیویٹ جنگجو ملیشیا کے اہل کار شامل ہیں۔ جب کہ اس سے دوگنی تعداد میں تقریباً زخمی ہوئے ہیں۔

جب سے مجاہدین نے جارحیت پسندوں کے خلاف منصوری آپریشن کے نام سے کارروائیاں کرتے ہوئے اپنی جنگی حکمتِ عملی (یہ کہ شہروں اور مرکزی علاقوں کے علاوہ دور افتادہ علاقوں کو بھی اپنا ہدف بنا کر دشمن کی توجہ اور طاقت منتشر کی جائے) تبدیل کی ہے، تب سے دشمن خاصا بوکھلایا ہوا ہے۔ اسی کامیاب حکمتِ عملی کی وجہ سے مجاہدین کے زیر قبضہ علاقوں میں بہت تیزی سے وسعت آ رہی ہے۔ تقریباً گزشتہ دو تین ماہ میں بہت وسیع علاقے فتح کیے گئے ہیں۔ 5 اضلاع مکمل فتح ہوئے ہیں۔ سیکڑوں چیک پوسٹیں ختم ہو گئی ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں اہل کار اور بھاری اسلحہ، اہم وسائل اور گاڑیاں غنیمت میں ہاتھ آئی ہیں۔ مجموعی طور پر 11 فیصد زمینی رقبہ دشمن کے وجود سے پاک کر دیا گیا ہے۔ جب کہ دشمن کے مقابلے میں مجاہدین کے نقصانات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ مجاہدین کے حوصلے عسکری پیش رفت کے باعث بہت بلند ہیں۔

دشمن کی حالت بہت خراب ہے۔ ایک تو جارحیت پسندوں کے حوصلے اس لیے ٹوٹے پڑے ہیں کہ انہیں کامیابی کی کوئی کرن بھی چمکتی نظر نہیں آتی۔ اگرچہ ٹرمپ نے اپنی حکمتِ عملی ظاہر کی، مگر ایسا لگتا ہے کہ یہ سب صرف اور صرف پروپیگنڈا اور جھوٹ ہے۔ فوجیوں کی تعداد میں اضافہ، طیارے اور ہیلی کاپٹر دینے کے اعلانات، ٹینک بنانے، پیسے اور دیگر وسائل بڑھانے کے وعدے ہیں، مگر حقیقت میں کچھ نہیں ہے۔ صرف اندھی بمباری میں اضافہ ہوا ہے۔ بڑے پیمانے پر بے گناہ لوگ مارے جا رہے ہیں۔ اس سے خود جارحیت پسند اور کٹھ پتلی عالمی رسوائی کا شکار ہو رہے ہیں۔ ان کی باہمی بے اعتمادی اور اختلافات میں اضافہ ہوا ہے۔ دوسری طرف خود کابل کی کرپٹ اور ناکام انتظامیہ نے بھی جارحیت پسندوں کی حیثیت خاک میں ملا رکھی ہے۔

انتظامیہ کی حالت تک پہنچ چکی ہے کہ ہر فرد ایک دوسرے کے خلاف گھات لگائے ہوئے ہے۔ آپس کے اختلافات انتہائی زیادہ ہو گئے ہیں۔ چوری، رشوت، کرپشن اور دوسروں کی کٹھ پتلی ہونے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ حکومت کے ملک میں امن و امان اور ترقی کے لیے کیے ہوئے وعدے اور باتیں سب جھوٹ ثابت ہوئیں۔ جن فوجیوں کو یہ لوگ ملک کے محافظ قرار دیتے ہیں، انہی کے نام پر بیرونی جارحیت پسندوں سے پیسہ لیتے اور انہیں اپنے عوام کے مقابلے میں لڑاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ بیرونی فوجیوں سے لاکھوں ڈالر حاصل کرتے ہیں، مگر افغان فوجی ہمیشہ بھوک اور کسمپرسی کی شکایت کرتے ہیں۔ رسد فراہمی نہ ہونے پر روتے دھوتے ہیں۔ موت کے بعد عزتوں کی پامالی کے قصے تو ساری دنیا میں عام ہیں۔ دوسری طرف کابل انتظامیہ اس پر کسی تشویش کا اظہار تک نہیں کر رہی۔ جب کہ فوجی اہل کاروں تک کو احساس نہیں ہے کہ آخر وہ کیوں اور کس کے لیے ہم اپنے آپ کو مروا رہے ہیں۔ فوجیوں کی اس بڑے پیمانے پر ہلاکتوں کا کون پوچھنے والا ہے؟ جارح قوتوں کو تو کبھی بھی ان کی ہلاکت کا دکھ نہیں ہوگا۔ کابل انتظامیہ بھی ان بے نام فوجیوں کے دکھ اور درد کو محسوس نہیں کر رہی۔ اگر یہ حالت جاری رہی تو ان تمام مسائل کے ذمہ دار یہی فوجی ہوں گے، جنہوں نے دنیا و آخرت دونوں کو چند امریکی ڈالروں کے بدلے برباد کر دیا ہے۔

چاہیے تو یہ کہ یہ گمنام فوجی خود اپنی حالت پر رحم کریں۔ بیرونی جارحیت پسندوں کے لیے افغانستان کے ٹکڑے کریں اور نہ کابل انتظامیہ کے ناجائز اقدامات کی تکمیل کے لیے اپنے جانوں کی قربانی دیں۔ ان فوجیوں کو جان لینا چاہیے کہ ان کی مجبوری اور جہالت کا غلط استعمال کیا جا رہا۔ یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔ ان ناکام جنگوں سے جارحیت پسندوں کو کیا ملے گا؟ کٹھ پتلی انتظامیہ کیا حاصل کر پائے گی؟ مگر ان کے لیے قربانی بس یہی غریب عوام اور گمنام فوجی دیں گے۔ ذمہ داری بھی انہی فوجیوں کی ہوگی، جو چند ڈالروں کے عوض محدود زرخرید غلاموں کے مطالبے پر اپنے مسلمان بھائیوں سے جنگ کر رہے ہیں۔ یہ یقیناً دنیا و آخرت دونوں کی تباہی ہے۔

کٹھ پتلی حکومت بدترین سیاسی بحران کا شکار

سیف العادل احرار

کٹھ پتلی حکومت کے درمیان اختلافات کھل کر سامنے آگئے ہیں۔ایک دوسرے پر الزامات کا نیا سلسلہ شروع ہے۔ جس کے باعث افغانستان غیر یقینی صورت حال اور عدم استحکام کا شکار ہے۔ حکومت میں شامل سیاسی مخالفین اور اپوزیشن رہنماؤں نے حکومت پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ افغانستان شدید بدامنی، سیاسی اور اقتصادی بحران کا شکار ہے۔ کہیں بھی حکومتی رٹ قائم نہیں ہے۔ گزشتہ دنوں قندھار میں مختلف سیاسی رہنماؤں نے ایک عوامی اجتماع کا انعقاد کیا، جس میں حکومت میں شامل اعلی حکام نے بھی شرکت کی۔ وہاں سے حکومت پر دباؤ بڑھانے کے لیے ایک تحریک کا آغاز کیا۔اس اجتماع میں بلخ کے گورنر عطاء محمد نور اور نائب صدر رشید دوستم کے بیٹے سمیت مختلف رہنماؤں نے شرکت کرنا تھی۔ تاہم حکومت نے انہیں قندھار جانے کی اجازت نہیں دی۔ اجتماع سے پارلیمنٹ کے اراکین، حکومتی اور سیاسی رہنماؤں نے خطاب کے دوران حکومت میں اہم عہدوں پر تعینات چند وزراء پر الزام عائد کیا کہ وہ سی آئی اے اور دیگر ممالک کے خفیہ اداروں کے لیے ایجنٹ کا کردار ادا کرتے ہیں

نئی جبہ تنظیم کے سربراہ اور حکومت کے سیاسی حریف انوار الحق احدی، پارلیمنٹ کے ڈپٹی اسپیکر ہمایوں ہمایوں، صادق نیلی زادہ، لالئی حمید زئی، ظاہر قدیر اور رحمت اللہ نبیل نے قندھار اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ افغانستان بدترین سیاسی، سکیورٹی اور اقتصادی بحرانوں سے دوچار ہے۔ ان حالات میں ہم مزید خاموش نہیں رہ سکتے۔ حکومت امن قائم کرنے میں ناکام رہی ہے۔ ہم نے لویہ جرگہ، قبل از وقت انتخابات اور ٹیکنو کریٹ حکومت کا مطالبہ نہیں کیا، بلکہ افغانستان کو بحران سے نکالنے کے لیے حکومت کو عملی اقدامات اٹھانے کا مشورہ دیتے ہیں۔ ہمسایہ ممالک کے ساتھ اختلافات ختم کیے جائیں۔ بروقت انتخابات کو یقینی بنایا جائے۔ انتخابی اصلاحات کے لیے اقدامات کیے جائیں۔ کرپشن کے خلاف مؤثر کارروائی کی جائے۔ اپوزیشن رہنماؤں کو عوام کے پاس جانے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ حکومت خوف زدہ ہے۔ انہوں نے حکومت کو دو ماہ کا الٹی میٹم دیتے ہوئے کہا اگر ان کے مطالبات دو ماہ میں تسلیم نہ کیے گئے تو پورے ملک میں احتجاجی تحریک کا آغاز کیا جائے گا۔ اقتدار کے ایوانوں سے رخصت ہونے والے ناقدین اپنی ہی حکومت پر الزام تراشی کر رہے ہیں۔ واضح رہے انوار الحق احدی، لالئی حمید زئی، ظاہر قدیر، ہمایوں ہمایوں صدارتی الیکشن میں اشرف غنی کے حامی تھے۔

دوسری طرف اشرف غنی اور چیف ایگزیکٹیو ڈاکٹر عبداللہ عبداللہ نے ان الزامات کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ قندھار اجتماع میں شامل لوگ مافیا اور کرپٹ ہیں، جن کے ذاتی مفادات کو خطرات لاحق ہیں۔ ان کے گرد گھیرا تنگ کیا جا رہا ہے۔ اس لیے وہ کرپٹ نمائندوں اور ان کی کرپشن کو بچانے کے لیے حکومت پر تنقید کر رہے ہیں۔ وہ بدعنوانی ختم کرنے کے لیے دوسروں پر الزامات کے بجائے اپنا محاسبہ کریں۔ عبداللہ عبداللہ نے کہا کہ سیاسی مخالفین چند دن اقتدار کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ انہیں کچھ دن اقتدار کے بغیر بھی صبر کرنا چاہیے۔ قندھار اجتماع بری طرح ناکام ہوا اور اس میں صرف چند سو لوگوں نے شرکت کی تھی۔ لوگوں کو گاڑیوں سے زبردستی اتار کر اجتماع میں شرکت پر مجبور کیا گیا۔ مختلف علاقوں سے لوگوں کو کرائے پر لایا گیا۔ اس اجتماع میں سابقہ جہادی رہنماؤں اور قد آور شخصیات جیسے سیاف، کرزئی، حکمت یار، مجددی، صلاح الدین ربانی، مسلم یار،

ابراہیمی اور دیگر رہنماؤں نے شرکت نہیں کی، اس لیے اجتماع کی کوئی حیثیت نہیں رہی۔

مبصرین کہتے ہیں حکومت اور عوام کے درمیان دوری، بدامنی اور کرپشن سب سے اہم اور بڑے مسائل ہیں۔ حکومت کے غلط اقدامات اور پالیسیوں پر تنقید کرنا اپوزیشن کا جمہوری حق ہے۔ حکومت میں تنقید برداشت کی صلاحیت نہیں ہے۔ان کا یہ بھی کہنا ہے اگر حکومت کے سیاسی مخالفین کرپٹ ہیں توان کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے۔ اگر ان کے مطالبات معقول اور برحق ہیں تو تسلیم کیے جائیں۔ حکومت کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے ملک میں داعش نے سر اٹھایا ہے۔مذہبی اور قومی تعصبات کو سوچے سمجھے منصوبے کے تحت پروان چڑھایا جارہا ہے۔ افغان عوام نے سوویت یونین کی یلغار کے خلاف پندرہ لاکھ افراد کی قربانی دی، لیکن سات تنظیموں کے سربراہان نے باہمی اتحاد اور قومی یکجہتی کے لیے اپنے ذاتی مفادات کو قربان کرنے کی ہمت نہیں کی۔

امریکا کی وحشیانہ بمباری اور کلمہ طیبہ کی توہین پر تمام سابقہ جہادی رہنما استاد عبدالرب رسول سیاف، صبغت اللہ مجددی اور انجینئر گل بدین حکمت یار خاموش رہے، تاکہ امریکا ناراض نہ ہو۔ اشرف غنی کے حامی تجزیہ کاروں کا کہنا ہے موجودہ حکومت کے تین سال گزر گئے ہیں۔ ڈیڑھ سال کا عرصہ باقی ہے۔ وفاقی وزیر سینیٹر ہمایوں کے 25 دن رہ گئے ہیں، جس کے بعد وہ سینیٹ سے ریٹائر ہو جائیں گے۔اس لیے وہ اپنی شہرت کے لیے حکومت پر تنقید کرتے ہیں۔ اگر انہیں اقتدار ملا تو وہ لویہ جرگہ، قبل از وقت انتخابات اور ٹیکنو کریٹ حکومت کے مطالبات سے دستبردار ہو جائیں گے۔ اس وقت حکومت کو بڑے چیلنجز درپیش ہیں۔ ملک کی بقا اور سلامتی کو خطرات لاحق ہیں۔ جب کہ بعض تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ مخلوط حکومت غیر قانونی ہے۔ جب جان کیری نے غیر قانونی حکومت کا قیام عمل میں لایا، تب ہی ملک میں ایک نئے بحران کی بنیاد رکھی گئی۔ اشرف غنی اور ڈاکٹر عبداللہ نے آپس میں پچاس پچاس فیصد اختیارات تقسیم کیے، جس کے باعث ان کے درمیان اختلافات پیدا ہوگئے۔ اشرف غنی نے اپنے ایک قریبی دوست کو صوبہ غور کا گورنر تعینات کیا تو اگلے روز چیف ایگزیکٹو ڈاکٹر عبداللہ نے اپنی پارٹی کے ایک سینئر رہنما کو گورنر تعینات کر دیا۔ ایک صوبے میں بیک وقت دو گورنر تعینات ہوئے۔ اس طرح ان کے درمیان اختیارات کے استعمال پر اختلافات شدت اختیار کر گئے۔ حکمران خود قانون شکنی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

حکومت مخالف اتحاد کابل سے نکل کر دیگر صوبوں تک وسیع ہو گیا ہے۔ قوم کو حکومت کی حمایت اور مخالفت میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ننگرہار میں ایک دن لویہ جرگہ کی حمایت میں اجتماع ہوا تو اگلے روز سرکاری وسائل کے بے دریغ استعمال سے دوسرا اجتماع منعقد کر کے لویہ جرگہ کو مسترد کر دیا گیا۔

مبصرین کہتے ہیں حکومت کے سیاسی مخالفین پارلیمنٹ میں آواز اٹھائیں۔ عوامی اجتماعات کا انعقاد نظام کی جڑیں کھوکھلی کرنے کی کوشش ہے۔ غیر ملکی فوجی اڈوں، رات کے چھاپوں، بمباری اور شہریوں کو نشانہ جیسے مسائل پر آواز اٹھانی چاہیے۔ چالیس سال سے ان لوگوں کے ہاتھ اپنی قوم کے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔ یہ قوم کے مجرم، قاتل اور لٹیرے ہیں۔ کل تک یہ لوگ روس کے گیت گا رہے تھے۔ آج امریکا کے ایجنٹ بنے ہوئے ہیں۔ بلخ کے گورنر عطاء محمد نور نے خود اعتراف کیا ہے کہ افغانستان پر امریکی حملے کے وقت ہم نے مجاہدین کے خلاف زمینی کارروائی کی اور انہیں شمالی صوبوں سے پسپا کیا۔ جب کہ امریکا نے ہمیں پیپسی بوتل کی طرح استعمال کر کے پھینک دیا۔

بعض مبصرین نے شمالی اتحاد کے رہنماؤں پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے سولہ برس کے دوران قندھار کا دورہ کیا اور نہ کبھی جنوبی صوبوں کے مسائل پر آواز اٹھائی۔ ہلمند، قندھار اور ارزگان میں دو سال کے دوران ہزاروں فوجی ہلاک ہوئے۔ صرف قندھار میں ایک ماہ کے دوران آٹھ سو سے زائد اہل کار ہلاک ہوئے۔ کیا انہوں نے کبھی ان کے لواحقین سے ہمدردی کا اظہار کیا؟ جب شمال میں عوام نے انہیں مسترد کیا تو انہوں نے قندھار کا رخ کر لیا ہے۔ مخالفین کا یہ اتحاد چند روز برقرار رہے گا۔ اس اتحاد میں متضاد نظریات کے لوگ شامل ہیں۔

امریکی اسٹریٹیجی بمقابلہ امارت کی حکمتِ عملی

شاہد غزنیوال

امریکا نے افغانستان میں ٹرمپ کی جنگی پالیسی کے آغاز کے ساتھ ہی امارت کے زیرِ کنٹرول علاقوں میں ان کے ٹھکانوں پر شدید بمباری کی تھی۔ مگر مجاہدین 15 سالہ جارحیت کے دور میں امریکا کی تمام چالوں سے واقف ہو گئے ہیں۔ انہوں نے امریکا کی عسکریت اور پروپیگنڈا دباؤ کا مقابلہ کیا ہے۔ مجاہدین نے امریکی بمباری سے بچنے کے لیے عسکری حکمتِ عملی کو گروپ حملوں میں بدل دیا ہے۔ ایسے حملے، جن کا دورانیہ بہت کم، عسکری اور فوجی لاگت کم اور دشمن پر اثر زیادہ ہوتا ہے۔ اس طرح دشمن کو ایک تشویش ناک جنگ میں گھیرا گیا ہے۔ دوسری طرف پروپیگنڈے کے اعتبار سے داخلی اور بیرونی میڈیا کی توجہ حاصل ہو رہی ہے۔ اس طرح مجاہدین نے مزاحمت کا انداز بدل کر ایک طرف خود کو دشمن کے فضائی حملوں سے بچایا اور دوسری طرف دشمن کو ایسی جنگ میں گھیر لیا ہے، جس کے بچنے کا کوئی چانس دشمن کے پاس نہیں ہے۔ مجاہدین کے اس طرز کے حملے تین حصوں پر مشتمل ہیں۔

اوّل: غنیمت میں حاصل کی گئی ہموی بکتربند گاڑیوں کے ذریعے دشمن کے مضبوط عسکری اہداف پر حملے۔

دوم: دشمن کی اہم عسکری تنصیبات پر میزائل حملے۔

سوم: شہروں کے درمیان دشمن کی اہم سرکاری اور سیکورٹی شخصیات کو نشانہ بنانا۔

مجاہدین نے امریکی فضائی قوت کے باوجود اپنا یہ پلان کامیابی سے بڑھایا اور مطلوبہ نتائج حاصل کیے ہیں۔ مجاہدین کے یہ حملے ماضی میں ہونے والے دیگر حملوں کی نسبت بہتر خصوصیات کے حامل ہیں۔ ان حملوں کا ہدف خاص کر وہ عسکری مراکز اور شخصیات ہیں، جن پر حملوں میں کسی قسم کے عوامی نقصان کا کوئی خدشہ نہیں ہے۔

ہموی بکتربند گاڑیوں کے ذریعے جن مقامات کو نشانہ بنایا گیا ہے، وہ تمام عسکری تنصیبات تھیں۔ جہاں عوامی نقصانات کے بارے میں دشمن کا دعوی پروپیگنڈا ہے۔ حقیقت میں یہ سارے نقصانات دشمن کی تنصیبات اور افراد کو پہنچے تھے۔ اس کا دشمن پر اثر ٹرمپ کی اسٹریٹیجی کے ردعمل میں بڑا سخت تھا۔ جس نے عسکری، میڈیا اور نفسیاتی اعتبار سے دشمن کو متاثر کیا ہے۔ مثال کے طور پر کابل کے لیے امریکا کے وزیر دفاع جیمس میٹس اور نیٹو جنرل اسٹولن برگ کی کابل آمد کی پیشگی اطلاع پر کابل کے انٹرنیشنل ہوائی اڈے پر پانچ سو میزائلوں کی بمباری ایک کامیاب حملہ تھا، جس نے دشمن کو شدید پریشانی کا شکار کر دیا تھا۔ اس خبر ہی کے ذریعے عالمی میڈیا پر مجاہدین کو کافی پذیرائی ملی تھی۔ اس کامیاب حملے ہی کی وجہ تھی سے امریکا کے وزیر خارجہ ریکس ٹیلرسن نے افغانستان آتے ہوئے کابل انٹرنیشنل ایئر پورٹ استعمال نہ کیا۔ اچانک اور بہت عجلت میں بگرام ہوائی اڈے پر اترے اور اشرف غنی اور عبداللہ عبداللہ کو اپنی باتیں سنانے کے لیے وہیں بُلا لیا۔

اس عسکری حکمتِ عملی کی کامیابی نے امریکا اور داخلی فوجیوں کے مقابلے میں مجاہدین کو بہت حوصلہ افزاء نتائج دیے ہیں۔ مجاہدین نے ان حملوں سے قبل دشمن کو نفسیاتی طور پر جنگی دباؤ کا شکار کیا تھا۔ وہ اب مجاہدین پر حملوں کا اقدامی حوصلہ ہار چکا ہے۔ وہ ہر جگہ اپنے دفاع کی فکر میں ہے۔ مجاہدین نے ان حملوں کی پلاننگ بہت غور اور تحقیق سے کی تھی۔ پکتیا سے میدان وردگ، غزنی اور پھر قندھار تک کے تمام اہم مراکز میں دشمن کے اہم فوجی مراکز اور اڈوں کو نشانہ بنایا جانا۔ یہ حملے کہیں بھی ناکامی سے دوچار نہیں ہوئے۔ ان حملوں نے ایک جانب دشمن کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا تو دوسری طرف دشمن کی صفوں میں ایک دوسرے کے حوالے سے بداعتمادی کی فضا پیدا ہوئی ہے۔ کیوں کہ مجاہدین کی جانب سے حملے کے لیے تیار کی گئی ہموی گاڑیاں بہت مہارت سے ہدف تک پہنچائی گئی ہیں۔ دشمن کے عسکری ماہرین جانتے ہیں کہ مجاہدین کے لیے ہموی گاڑیوں کے استعمال کے حوالے سے افغان فوج کے تعاون کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔

کنگ کرین کمیشن رپورٹ مسئلہ فلسطین کی اہم دستاویز

ذوالکلام

روئے زمین پر سب سے مقدس مقامات مساجد ہیں۔ جن کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

أَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَى اللّٰهِ مَسَاجِدُهَا۔

پھر ان میں سے تین مساجد سب سے زیادہ مقدس ہیں، جن کے لیے تقرب الٰہی کی خاطر دور دراز سے سفر بھی کیا جاتا ہے۔ چناں چہ ارشاد گرامی ہے:

لاتشد الرحال الا الی ثلثة مساجد، المسجد الحرام، المسجد الاقصیٰ و مسجدی۔

اس حدیث مبارکہ میں مسجد حرام کے بعد مسجد اقصیٰ کو سب سے زیادہ مقدس بتایا گیا ہے، جس کے لیے تقرب الٰہی کی خاطر دور دراز سے سفر کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ مسجد اقصیٰ امتِ مسلمہ کا ایک ایسا اٹوٹ حصہ ہے، جسے کسی طرح بھی جدا نہیں کیا جا سکتا۔ اسرائیل سمیت پوری مغربی دنیا کی یہ کوشش ہے کہ کسی طرح بیت المقدس 'یروشلم' کو اسرائیل کے حوالے کر کے پوری دنیا میں دنگا فساد برپا کیا جائے۔ گزشتہ مہینے امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے متنازعہ فیصلے کے بعد بیت المقدس کی تولیت کا معاملہ ایک بار پھر میڈیا میں زیر بحث ہے۔ پوری دنیا میں اس حوالے سے مختلف تجزیے اور تبصرے ہو رہے ہیں۔ زیر نظر تحریر میں بیت المقدس کے حوالے سے ایک نہایت اہم دستاویز قارئین کی خدمت پیش کی جا رہی ہے۔ جس کا فیصلہ اُن ہی پر چھوڑا جاتا ہے کہ یروشلم کس قانون کے تحت اسرائیل کا حق بن سکتا ہے؟ نیز اس حوالے سے تاریخی تناظر میں خود امریکی موقف کیا رہا ہے؟

> ۔ امریکی صدر کے حالیہ فیصلے کے تناظر میں 'کنگ کرین کمیشن' کی اس رپورٹ کو منظرِ عام پر لا کر اس کا مطالعہ از حد ضروری ہے، تاکہ معلوم ہو سکے کہ ماضی میں خود امریکی حکومت کا فلسطین کے حوالے سے واضح موقف بھی رہا ہے 'یہ سر زمین فلسطینیوں کا حق ہے۔' لہٰذا امریکی صدر حقائق کا ادراک کرتے ہوئے فلسطینیوں کے حق خود ارادیت کو تسلیم کر کے ماضی کے اسرائیلی جبر و ستم کے مزید پھیلانے کا سبب نہ بنیں۔

بین الاقوامی سیاسیات کی تاریخ پر معمولی نظر رکھنے والے طالب علم کو معلوم ہو گا کہ مسئلہ فلسطین میں 'کنگ کرین کمیشن رپورٹ' کی کیا اہمیت ہے اور اسے نظر انداز کر کے مسئلہ فلسطین کی کیا اہمیت رہ جاتی ہے؟ نیز اس دستاویز کے منظر عام پر لانے سے امریکا اور برطانیہ کے بہت سے جھوٹ فاش ہو جاتے ہیں، جو وہ معاصر دنیا کے سامنے مسلسل بولے جا رہے ہیں۔ 1916-17 میں پہلی جنگ عظیم کے بعد جب مسلمانوں کی اجتماعی قوت خلافت عثمانی ٹوٹ گئی تو عرب علاقوں کے بارے میں تب کی مختلف طاقتوں کے درمیان رسہ کشی جاری تھی۔ ہر ایک

ان مقبوضہ علاقوں پر قبضے کی جدوجہد میں تھا۔اس دوران تب کے امریکی صدر وڈرو ولسن نے ایک کمیشن کو مقبوضہ علاقوں کے باشندوں کی رائے جاننے کے لیے بھیجا۔اس کمیشن کو 'کنگ کرین کمیشن' کا نام دیا گیا۔ کمیشن نے مقبوضہ علاقوں کا دورہ کیا۔وہاں مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والوں سے مل کر ان کی رائے معلوم کر کے ایک رپورٹ مرتب کی، جسے امریکی حکومت کے سامنے پیش کیا گیا۔ذیل میں اس رپورٹ کے چند اقتباسات نقل کیے جا رہے ہیں، تاکہ یہ حقیقت منکشف ہو کہ مسئلہ فلسطین کے حوالے سے ماضی میں امریکی حکومت اور فلسطین میں موجود عیسائیوں کا کیا مؤقف رہا ہے؟

1. فلسطین کے نوے فیصد باشندے غیر یہودی (یعنی مسلمان اور عیسائی) ہیں۔وہ فلسطین کے اندر ایک یہودی ریاست کے قیام کے سخت مخالف ہیں۔
2. اس کے باوجود اگر فلسطین یہودیوں کے حوالے کیا گیا تو صہیونیوں کی خواہش ہے کہ وہ ارض فلسطین سے تمام غیر یہودیوں (یعنی عربوں) کو نکال باہر کریں گے۔
3. فلسطین میں صہیونی ریاست کے قیام سے فلسطین کے حق خود مختاری کی خلاف ورزی ہوگی۔
4. صہیونیوں کو چاہیے کہ وہ فلسطینی باشندوں کے حق کا احترام کریں اور اپنی یہودی ریاست کے قیام کے لیے کوئی اور سرزمین تلاش کریں۔
5. یہودیوں کے لیے ایک قومی وطن کے مطالبے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خود فلسطین کو یہودی مملکت قرار دے دیا جائے۔
6. اس طرح کی کوئی یہودی ریاست تب تک قائم نہیں ہوسکتی، جب تک کہ فلسطین میں موجود غیر یہودی آبادی کی مذہبی و شہری آبادیوں کو بُری طرح پامال نہ کیا جائے۔
7. اگر اصول یہ ہے کہ حکمرانی قائم کی جائے تو اس میں فیصلہ کن حیثیت فلسطینیوں کی رائے کی ہونی چاہیے۔
8. جب کمیشن نے برطانوی آفیسر سے رابطہ کیا تو اسے بتایا گیا کہ صہیونی منصوبہ سوائے طاقت کے اور کسی طرح تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا۔یہ چیز بذات خود صہیونی منصوبے کی شدید ترین ناانصافی کو نمایاں کرتی ہے۔
9. یہودی نمائندوں کے ساتھ کمیشن کانفرنسوں میں یہ حقیقت بار بار ابھر کر سامنے آئی کہ فلسطین میں صہیونی غیر یہودی (عرب) آبادی کا مکمل صفایا چاہتے ہیں۔
10. صہیونی نمائندوں کی جانب سے قائم کیا گیا یہ بنیادی دعویٰ کہ دو ہزار سالہ گزشتہ آبادکاری کی بنیاد پر وہ فلسطین پر اپنا حق رکھتے ہیں، کسی بھی لحاظ سے قابل توجہ نہیں ہے۔

کنگ کرین کمیشن امریکا میں سرکاری طور پر قائم کیا گیا تھا، جس سے کمیشن کی مرتب کردہ رپورٹ کی اہمیت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ امریکی صدر کے حالیہ فیصلے کے تناظر میں 'کنگ کرین کمیشن' کی اس رپورٹ کو منظرِ عام پر لا کر اس کا مطالعہ از حد ضروری ہے، تاکہ معلوم ہوسکے کہ ماضی میں خود امریکی حکومت کا فلسطین کے حوالے سے واضح مؤقف یہی رہا ہے 'یہ سرزمین فلسطینیوں کا حق ہے۔' لٰہذا امریکی صدر حقائق کا ادراک کرتے ہوئے فلسطینیوں کے حق خودارادیت کو تسلیم کر کے ماضی کے اسرائیلی جبر و ستم کے مزید پھیلانے کا سبب نہ بنیں۔

بداعتماد امریکا کا غیر ذمہ دار صدر

حسن زوی

2015 میں ایران کے ساتھ صدر اوباما کے ساتھ ہونے والے معاہدے کو ٹرمپ نے ڈرامائی انداز میں ختم کرکے نیا اضطراب پیدا کر دیا ہے۔

امریکا نے جس جھوٹ کی بنیاد پر عراقی حکومت کے پاس ایٹمی اسلحے کی موجودگی کا دعوی کر کے اُسے تباہ و برباد کیا ہے، پوری دنیا اس بات پر یک زبان ہے کہ امریکا کا یہ جھوٹ گزشتہ صدی کا سب سے بڑا جھوٹ تھا۔ امریکا نے بھی یہ اعتراف کیا کہ سی آئی اے نے جھوٹی رپورٹ دی تھی۔ البتہ اب اس اعتراف سے عراق کا نقصان تو پورا نہیں ہو سکتا۔ امریکا نے اب اپنی توپوں کا رخ ایران کی جانب کر لیا ہے۔ یہاں بھی بات ایٹمی اسلحے کی ہے، جو امریکا نے بہت بڑھا چڑھا کر پیش کی ہے۔ اپنے اہداف کے حصول کے لیے طویل عرصے سے اس مسئلے پر دنیا کو مصروف رکھا ہوا ہے۔ ایران اپنے ایٹمی اسلحے کا انکار نہیں کرتا، مگر وہ کہتا ہے کہ یہ پروگرام پُرامن مقاصد کے لیے ہے۔ امریکا نے ایران کا دعوی ہمیشہ مسترد کیا ہے۔ امریکا کے خیال میں ایران کا ایٹمی پروگرام جنگی اہداف کے لیے ہے۔ ایران کے ساتھ امریکا کا حالیہ جھگڑا جو دو عشروں سے دنیا میں سب سے طویل موضوع سمجھا جاتا ہے۔ بظاہر امریکا نے بہت کوشش کر کے ایران کو اپنے ایٹمی پروگرام سے دستبردار کرنا چاہا، مگر ایران اپنے پروگرام کو آگے بڑھاتا رہا ہے۔ وہ ساتھ ساتھ دنیا کو یہ اطمینان دلانے کی کوشش میں ہے کہ ان کا ایٹمی پروگرام پرامن مقاصد کے لیے ہے۔

چوں کہ ایران کے ساتھ سمندر بھی ملا ہے۔ وہ اسٹریٹجک اہمیت رکھتا ہے۔ ایران تیل برآمد کرنے والا بڑا ملک ہے۔ اس لیے دنیا کے دیگر ممالک بھی اس مسئلے کے حل کے لیے ثالثی کے لے تیار ہیں۔ اسی لیے فرانس، جرمنی، برطانیہ، چین اور روس جیسے ممالک نے مذاکرات کے ذریعے اس مسئلے کے حل کے لیے اپنی آمادگی دکھائی ہے۔ جس کے نتیجے میں اس پروگرام کے حوالے سے 2015 میں ایران اور امریکا (اوباما دور حکومت میں) کے درمیان معاہدہ ہوا۔ اس معاہدے میں ایک جانب ایران اور دوسری طرف امریکا، برطانیہ، فرانس، جرمنی، چین اور روس تھے۔

معاہدے کے مطابق ایران اس بات کا ذمہ دار تھا کہ وہ اپنے ایٹمی معاہدے سے دستبردار ہو جائے، جس کے بدلے عالمی سطح پر ایران سے اقتصادی پابندیاں ہٹالی جاتیں۔ اگر ایران 2025 تک اس معاہدے پر کاربند رہا تو پھر محدود پیمانے پر یورینیم افزودگی کی بھی اجازت دی جاسکتی ہے۔

ٹرمپ الیکشن مہم کے دوران اپنی تقریروں میں اوباما کی جانب سے ایران کے ساتھ ہونے والے معاہدے کو شرم ناک قرار دیتے رہے ہیں۔ اُن کے مطابق اقتدار تک پہنچنے اور صدر کی حیثیت سے ذمہ داریاں سنبھالنے کے بعد پہلے دن اس معاہدے کی دستاویزات کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے۔ ٹرمپ نے امریکی صدارتی انتخابات میں کامیابی کے بعد صدر کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریاں بھی سنبھال لی ہیں، مگر ایران کے ساتھ ہونے والے معاہدے کی تنسیخ کا اعلان نہیں کیا۔ حالانکہ ٹرمپ نے الیکشن مہم کے دوران جو کچھ کہا تھا، وہ کر کے بھی دکھادیا۔ شاید وہائٹ ہاؤس آنے کے بعد انہیں دانش مندوں نے سمجھا دیا ہوگا کہ اس معاہدے کے تنسیخ سے تکنیکی مسائل پیدا ہو جائیں گے۔ ایسا نہیں کہ دستاویزات کے پھاڑنے سے یہ معاہدہ ختم ہو جائے گا۔ انہوں نے الیکشن مہم میں جو وعدے کیے تھے، انہیں پورا کرنے میں ناکام رہے۔ مگر ایسا لگ رہا ہے کہ ایران بارے ان کے ارادے نیک نہیں ہیں۔ اس معاہدے کے مطابق امریکی صدر ہر 90 دن بعد سینیٹ کو تحریری طور پر اطمینان دلائیں گے کہ ایران اس معاہدے پر اب تک کاربند ہے اور اب تک اس معاہدے کی خلاف ورزی نہیں کر رہا۔ اقتدار تک پہنچنے کے بعد دو مرتبہ تو ٹرمپ نے یہ توثیق دے دی ہے، مگر اب اس توثیق کا انکار کر دیا ہے۔ حالانکہ بظاہر ایران کی طرف سے اس معاہدے کی خلاف ورزی کا کوئی ادنی سا اقدام بھی نظر نہیں آیا۔

ڈونلڈ ٹرمپ کے پاس 15 اکتوبر تک وقت تھا کہ ایران سے مطمئن ہونے کی صورت میں اس معاہدے کی توثیق کر دیتے، مگر انہوں نے یہ کام نہیں کیا۔ بات ایک بار پھر سینیٹ کی طرف اچھال دی کہ آئندہ 40 دنوں میں اس حوالے سے حتمی

فیصلہ کیا جائے کہ ایران پر اقتصادی پابندیاں پھر سے لگائی جائیں یا نہیں؟ٹرمپ کا حالیہ قدم ایسے حالات میں اٹھایا گیا ہے کہ اقوام متحدہ کی جانب سے ایٹمی انرجی کے نگران ادارے کی جانب سے ایران کی ایٹمی قوت کی شدید نگرانی کی جا رہی ہے۔ کہا جا رہا ہے کہ ایران نے ایٹمی پروگرام روک دیا ہے اور اس معاہدے کی خلاف ورزی کے کوئی شواہد نظر نہیں آ رہے۔ مگر ٹرمپ کا کہنا ہے کہ ایران معاہدے کے اصل مقاصد کے لیے تیار نہیں ہے، بلکہ وہ مشرق وسطی میں مسلح گروپوں سے ہمہ پہلو تعاون کر کے جنگ کو ہوا دے رہا ہے۔ خطے میں اپنا نفوذ بڑھا کر مشرق وسطی میں بڑی بدامنی کا باعث بن رہا ہے۔ مگر ایٹمی امور کے ماہرین کا کہنا ہے کہ ٹرمپ کی یہ بات معاہدے سے نکلنے کے لیے دلیل نہیں بنائی جا سکتی۔ کیوں کہ مشرق وسطی میں مسلح گروپوں سے تعاون کرنے یا نہ کرنے اور دیگر ممالک کے داخلی معاملات میں مداخلت کرنے یا نہ کرنے کا اس معاہدے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اس معاہدے میں ہے کہ ایران کا ایٹمی پروگرام 10 سالوں تک بند رہے گا۔ ایران کے ایٹمی پروگرام کی شدید نگرانی کی جائے گی، جس کے بدلے ایران پر لگنے والی کچھ اقتصادی پابندیاں اٹھالی جائیں گی۔ اگر ایران 2025 تک اس معاہدے پر کاربند رہا تو پھر محدود پیمانے پر یورینیم افزودگی کی اجازت دی جائے گ۔ ٹرمپ انتظامیہ کے کچھ رہنماؤں کو یہی شق ایران کے مفاد میں لگتی ہے تو اس پر اعتراض کرتے ہیں، مگر ایٹمی امور کے ماہرین ان اعتراضات کو نامعقول سمجھتے اور کہتے ہیں کہ ایک تو اس بات سے امریکا نے خود اتفاق کیا ہے اور دوسرا یہ کہ اگر نقصان یا فائدے کی بات ہو تو 2025 کے بعد ہوگی۔ یاد رہے اصول کے مطابق امریکا اپنی طرف سے اس معاہدے کو ختم کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ کیوں کہ معاہدے کا ایک فریق ایران ہے اور دوسری طرف صرف امریکا نہیں، بلکہ برطانیہ، فرانس، جرمنی، روس، چین اور امریکا ہے۔ جب تک مذکورہ ممالک یا ان میں سے اکثریت نے یہ معاہدہ ختم نہ کیا تو یہ معاہدہ ختم نہیں ہوگا۔ اسی لیے یورپ نے ان ممالک کو چیلنج کیا ہے کہ اگر امریکا نے اس معاہدے کی خلاف ورزی کی تو وہ معاہدے کا دفاع کریں گے۔

یہی وجہ ہے امریکی وزیر دفاع جم میٹس اور وزیر خارجہ ٹیلرسن نے اس معاہدے کے خاتمے کی مخالفت کی ہے۔ ایسا لگتا ہے سینیٹ اراکین کی اکثریت اس سے مخالفت ظاہر کر دے گی۔ کیوں کہ سینیٹ جانتا ہے کہ اس معاہدے کی تنسیخ سے دنیا بھر میں امریکا کی بداعتمادی میں اضافہ ہوگا۔ پھر وہ اس قابل نہیں رہے گا کہ کوئی اسے قابل اعتماد اور عالمی معاہدوں کا پابند سمجھے۔ ٹرمپ کی جانب سے معاہدے کی عدم توثیق یا تنسیخ کے حوالے سے عزائم کی پوری دنیا نے مخالفت کی ہے۔ پوری دنیا میں اسرائیل اور سعودی عرب نے ٹرمپ کی حمایت کی ہے۔ اسرائیل دنیا کو یہ دکھانا چاہتا ہے کہ جیسے ایران کا ایٹمی پروگرام ان کے لیے کوئی بڑا خطرہ ہے۔ اس لیے وہ ایران کے خلاف ہونے والے اقدامات کی حمایت کرتا ہے۔ جہاں تک سعودی عرب کی بات ہے تو یہ انتہائی تشویش کا معاملہ ہے، کیوں کہ ایران اور سعودیہ یمن اور شام کی جنگوں میں ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔ اب دونوں ممالک سفارتی تعلقات کی خرابی کے حوالے سے آخری حدود تک پہنچ رہے ہیں۔ اسی طرح تیل کی بات بھی بہت اہم ہے۔ ٹرمپ کے اعلان کے مطابق عالمی مارکیٹ میں تیل کی قیمتیں بڑھ گئیں، جس کا سب سے بڑا فائدہ سعودی عرب کو ہوا ہے۔

سعودی عرب سمجھتا ہے کہ دنیا میں تیل کی قیمتوں میں کمی کا اصل سبب ایران ہے۔ سعودی عرب کے بعد ایران دنیا کا سب سے بڑا تیل برآمد کرنے والا ملک ہے، مگر عالمی پابندیوں کے باعث ایران اپنی مرضی سے تیل عالمی مارکیٹ میں نہیں پہنچا سکتا۔ سعودی عرب کو خدشہ ہے اگر ایران کے ساتھ ہونے والا یہ معاہدہ اسی طرح برقرار رہا، اس پر اقتصادی پابندیاں دوبارہ نہ لگائی گئیں اور اس نے عالمی مارکیٹ تک رسائی حاصل کرلی تو اس سے عرب ممالک اور سعودی عرب کو شدید نقصان پہنچے گا۔ اس طرح تیل سے حاصل ہونے والی دولت سے وہ شام اور یمن میں شیعہ جنگجوؤں کی مدد کرے گا۔ شام اور یمن دونوں کے حالات سعودی عرب کے لیے باعث تشویش ہیں۔ باوجود یہ کہ بہت کوششوں کے بعد حوثیوں کے خلاف اتحاد بھی بنایا گیا۔ شام میں ایک حد تک امریکا نے بھی سعودی عرب کی مدد کی اور ان دونوں مقامات پر اربوں ڈالر خرچ ہوئے، مگر سعودیہ حوثیوں کو یمن میں شکست دے سکا، نہ بشار الاسد کو پیچھے دھکیل سکا۔ اب ایران کے خلاف ہر کسی کا ہر طرح کا اقدام سعودیہ کے لیے قابل قبول ہے۔

یہ بات اہم ہے کہ اب سعودی عرب کا اصل حکمران سلمان نہیں، بلکہ ان کا ولی عہد محمد بن سلمان ہے۔ جس نے ٹرمپ کے دورے کے موقع پر 50 ارب ڈالر کے اسلحے کا معاہدہ کیا تھا۔ محمد بن سلمان ایک جانب ایران کے مقابلے میں بہت زیادہ شدت پسند ہیں اور دوسری طرف امریکا کے ساتھ اچھے تعلقات رکھنے کے سب سے زیادہ خواہش مند ہیں۔ اس لیے انہوں نے ٹرمپ کے حالیہ اقدام کی حمایت کی ہے۔

امریکا افغان مسلمانوں کا دشمن ہے

سیف العادل احرار

امریکا نے چالیس اتحادیوں سمیت حملہ کر کے افغانستان کی ترقی، تعمیر نو، تعلیم، صحت اور زراعت جیسے شعبے فعال کرنے اور غربت کے خاتمے کے وعدے کیے تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ افغان عوام اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ امریکا کے وعدے محض وعدے ہی رہے۔ امریکا کا اصل مقصد الگ ہے۔ اگر افغانستان میں سروے کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ عوام کی اکثریت امریکا اور نیٹو کے اقدامات اور موجودگی کے خلاف ہیں۔ کابل حکومت اور سیاست دان عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کرتے ہیں کہ امریکا اور بین الاقوامی برادری ہمارے شراکت دار اور دوست ہیں۔ امریکا اور نیٹو کے ہمارے مقاصد، مفادات، ہماری اقتصادیات، جغرافیائی اقدار اور تہذیب و ثقافت کے حوالے سے کچھ نہیں میل نہیں کھاتا۔

حقیقت یہ ہے کہ امریکا سپر صرف افغانستان پر قابض ہونے کے ساتھ ساتھ پوری دنیا پر اپنی اجارہ مسلط کیے ہوئے ہے۔ اس کے مفادات کا تحفظ جنگ میں مضمر ہے۔ وہ افغانستان میں القاعدہ کے ٹھکانے ختم کرنے کے لیے حملہ آور ہوا، لیکن اُس نے لیبیا میں القاعدہ کے ساتھ مل کر معمر قذافی کی حکومت کا خاتمہ کیا۔ عراق میں سنی المسلک صدام حسین کی حکومت کا تختہ الٹا، جب کہ شام میں 'دینِ شیعت' سے تعلق رکھنے والے بشار الاسد کی حکومت کے خلاف سنی مزاحمت کاروں کی حمایت کر رہا ہے۔ حال ہی میں سعودی عرب اور قطر کے درمیان تنازع کے موقع پر دونوں ممالک کو اربوں رقم کے بدلے ہتھیار بھی فراہم کیے۔ امریکا نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ کی آڑ میں دہشت گردی کو فروغ دے رہا ہے۔ امریکی آشیرباد سے افغانستان پر حکومت کرنے والے سابق کٹھ پتلی صدر حامد کرزئی نے امریکا پر الزام لگایا ہے کہ وہ افغانستان میں داعش کی حمایت کرتا ہتھیار فراہم کر رہا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ امریکا کی موجودگی میں داعش کیسے پیدا ہوئی؟ اس کو پروان چڑھانے میں امریکا کا کردار ہے۔

> امریکا کی کوشش ہوتی ہے کہ ایک ہی ملک کے مختلف طبقوں کے آمنے سامنے کھڑا کر دیا جائے۔ نسلی اور مذہبی تعصبات کو پروان چڑھا کر قوموں کی تقدیر سے کھیلنے کے لیے تنازعات پیدا کرنا امریکی سیاست کا محور اور مرکزی نقطہ نظر ہے۔ دو سال قبل جرمنی کے وزیر اعظم کی ٹیلی فون گفتگو ریکارڈ کرنے کا معاملہ سامنے آیا۔ سی آئی اے کے ایک افسر ایڈورڈ سنوڈن نے اس سلسلے میں بہت سے راز افشا کیے۔ امریکا اپنے مفادات کے لیے اپنوں اور سب کا نقصان کر سکتا ہے۔

امریکا نے افغانستان کی ترقی اور تعمیر نو کے سلسلے میں کون سے اقدامات کیے ہیں؟ حامد کرزئی ایک مرتبہ امریکی سفیر پر برس پڑے کہ 'چودہ برس کے دوران ہلمند میں 'کجکی' نام کا ایک ڈیم تک تعمیر نہیں کیا گیا۔ غربت کی شرح میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ منشیات اور افیون کی خرید و فروخت میں خود اعلیٰ حکام بھی شامل ہیں۔ ایک سروے کے مطابق تیس فیصد سے زیادہ نوجوان منشیات کے عادی ہو چکے ہیں۔ روزگار کے مواقع نہیں ہیں۔ نوجوان بیرون ملک جانے پر مجبور ہیں۔ جب کہ دینِ شیعت سے تعلق رکھنے والے نوجوانوں کو عراق اور شام میں مجاہدین کے خلاف جنگ میں

استعمال کیا جارہا ہے۔ افغانستان کی سکیورٹی صورت حال کٹھ پتلی حکمرانوں کے لیے ہرگز باعث تشویش نہیں ہے۔ وزارت داخلہ کی رپورٹ کے مطابق ہر روز اسی سے سو اہل کار مارے جارہے ہیں۔ اس کے باوجود حکمران 'سب کچھ اچھا ہے' کی بین بجارہے ہیں۔

کابل حکام کا مقصد صرف اقتدار پر براجمان رہنا ہے۔ امریکا جن مقاصد کے لیے افغانستان پر قابض ہے، بد قسمتی سے اُن مذموم مقاصد کا سب سے زیادہ نقصان افغان عوام کو پہنچ رہا ہے۔ افغان فورسز میں شامل اہل کار یہ بات نہیں سوچتے کہ وہ کس کی تربیت پر کس کے ہتھیار، تنخواہ اور کس کے مقاصد کے لیے کس کے خلاف کیوں لڑ رہے ہیں؟

یہ ایک بڑا جھوٹ ہے کہ اشرف غنی اور ڈاکٹر عبداللہ امریکا کے ساتھ مشترکہ مفادات اور شراکت داری کی بات کرتے ہیں۔ افغان قوم کا سب سے دیرینہ مطالبہ ملک میں قیام امن اور جنگ کا خاتمہ ہے۔ افغان مسلمانوں کی خواہش قومی وحدت، اتحاد اور اتفاق ہے۔ امریکا شیعہ اور سنی کے نام پر اختلافات اور قومی تعصبات کو ہوا دینے کی کوشش کررہا ہے۔ اسی لیے داعش کا منصوبہ یہاں لانچ کیا گیا۔ افغان عوام قومی تعصبات اور فرقہ واریت کے نہایت مخالف ہیں۔ امریکا کے مفادات بہت واضح اور عوامی خواہشات سے متصادم ہیں۔

امریکا کی کوشش ہوتی ہے کہ ایک ہی ملک کے مختلف طبقوں کے آمنے سامنے کھڑا کر دیا جائے۔ نسلی اور مذہبی تعصبات کو پروان چڑھا کر قوموں کی تقدیر سے کھیلنے کے لیے تنازعات پیدا کرنا امریکی سیاست کا محور اور مرکزی نقطہ نظر ہے۔ دو سال قبل جرمنی کے وزیر اعظم کی ٹیلی فون گفتگو ریکارڈ کرنے کا معاملہ سامنے آیا۔ سی آئی اے کے ایک افسر ایڈورڈ سنوڈن نے اس سلسلے میں بہت سے راز افشا کیے۔ امریکا اپنے مفادات کے لیے اپنوں اور سب کا نقصان کر سکتا ہے۔

اپریل 2016 میں سی آئی اے کے سابق سربراہ نے متنبہ کیا کہ عراق اور شام سمیت مشرق وسطی کا موجودہ بحران کئی ممالک کو تقسیم کر سکتا ہے۔ مائکل ہائیڈن نے کہا کہ معاہدوں کی بنیاد پر قائم سرحدیں 'پراکسی وار' کی وجہ سے مٹ رہی ہیں۔ شام، عراق اور لبنان برقرار نہیں رہیں گے۔ افغانستان اور خطے کے دیگر ممالک کی تقسیم کے حوالے سے تین دہائی قبل پینٹاگون کی سرکاری سائٹ میں نقشے شائع کیے گئے تھے۔ جغرافیائی تقسیم کی باتیں محض افسانہ نہیں ہیں۔ سوڈان، مشرقی تیمور اور یوگوسلاویہ کی تقسیم کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔

افغانستان میں امریکی قیادت میں اتحادی ممالک گزشتہ 16 سال سے نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ کی آڑ میں دوسرے اہداف کی تکمیل میں مصروف ہیں۔ جنگ ان کی ضرورت ہے۔ اس لیے داعش اور دیگر متحارب دھڑوں کے پیچھے امریکا کا ہاتھ ہے۔ امریکا نئے پروگرام کے تحت داعش کو فروغ دے رہا ہے۔ امریکا اس مقصد کے لیے افغانستان کو ایک مرکز کے طور پر استعمال کرنا چاہتا ہے۔ ان تمام حقائق کے باوجود اگر کوئی شخص امریکا کو افغانستان کا دوست اور افغان عوام کا خیرخواہ سمجھتا ہے تو وہ خوابوں کی دنیا کا باسی ہے۔ اب کھیل یک طرفہ نہیں ہے۔ خطے کے ممالک امریکا کے مقاصد جانتے ہیں۔ اس لیے وہ اب کھل کر افغانستان کے معاملات میں مداخلت کر رہے ہیں۔ ایک بار پھر افغانستان دو بڑی طاقتوں کی سرد جنگ کا شکار ہو رہا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ افغان عوام امارت اسلامیہ کی قیادت میں جاری جہاد کی بھرپور تائید و حمایت کریں۔ کٹھ پتلی حکمرانوں پر مزید بھروسہ کرنے سے افغانستان کا قومی و مذہبی تشخص خراب ہوگا۔ امریکا ہرگز افغان عوام کا دوست نہیں ہو سکتا۔

اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے

انجینئر محب اللہ عابد

دنیا بھر میں مداخلت کے باعث امریکا بھیانک صورت حال سے دوچار ہے۔ جب کہ امریکی تابع داری میں نیٹو کی حالت بھی کچھ تسلی بخش نہیں ہے۔ اب افغان حالات کی وجہ سے مہینے میں کئی بار سربراہی اجلاس منعقد کیے جارہے ہیں۔ گزشتہ ماہ بھی اسی تنظیم کے وزرائے دفاع کا اجلاس منعقد ہوا، جس میں افغانستان کے بارے میں تبادلہ خیال کیا گیا۔ افغانستان میں تعینات نیٹو کے نمائندے "کارنیلس زیمرمین" نے اس کانفرنس سے بے سروپا خطاب کیا کہ دنیا حیران ہوگئی۔ بہت سے ناظرین نے اس منظر کو دیکھ کر افغانستان میں نیٹو کی حالت کو قابل رحم قرار دے دیا۔ انہوں نے کہا:

'افغانستان میں افغان اور غیر ملکی فوجیوں پر طالبان (مجاہدین) کے جارحانہ حملے ان (مجاہدین) کی شکست کی دلیل ہیں۔ مجاہدین بوکھلا گئے ہیں۔ اس لیے جنگ کے میدان میں کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔'

نیٹو اب افغانستان میں بدترین صورت حال سے دوچار ہے۔ اس لیے حقائق کا دوسرا رخ پیش کرنے اور سورج کو دو انگلیوں سے چھپانے کی کوشش کررہا ہے۔ وہ اپنی شکست کا اعتراف کرنے کے بجائے اصل عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کررہا ہے۔ کارنیلس زیمرمین کے اظہار خیال سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نیٹو افغانستان میں مکمل طور پر شکست سے دوچار ہے۔ حال ہی میں مجاہدین نے افغانستان بھر میں دشمن پر شدید اور جارحانہ حملے کیے ہیں۔ جس سے متعدد اضلاع سمیت اہم علاقوں پر مجاہدین کا کنٹرول قائم ہوگیا ہے۔ دشمن پسپائی اختیار کرنے پر مجبور ہے۔ اسی طرح امریکی اور نیٹو افواج پر بھی بڑے بڑے حملے کیے اور ان کو بھاری جانی ومالی نقصان سے دوچار کیا جارہا ہے۔ اگرچہ دشمن کسی حد تک اپنے نقصانات چھپانے میں کامیاب ہوا ہے، لیکن کبھی کبھار ہلاکتوں اور مالی نقصان کا اعتراف کرنے پر بھی مجبور ہوجاتا ہے۔ مثلاً صوبہ پروان میں مجاہدین نے ایک امریکی طیارہ مار گرایا۔ امریکی فوجیوں نے اس طیارے کو بگرام ایئرپورٹ پر اتارنے کی کوشش کی، لیکن طیارہ اتارنے سے قبل گر کر تباہ ہوگیا اور اس میں جہاز کا تمام عملہ بھی ہلاک ہوگیا۔

چوں کہ جانی نقصان کا درد بہت سخت اور باعث شرمندگی ہے، اس لیے امریکا اور نیٹو کی یہ پالیسی ہے کہ وہ اپنی ہلاکتوں کو حتی الوسع چھپانے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن کبھی کبھی مجبور ہوکر غیر معمولی واقعات کا اعتراف بھی کرنا پڑتا ہے۔ نیٹو کے سربراہی اجلاس میں ایک ذمہ دار کی جانب سے غیر معقول خیالات کا اظہار اس کا واضح ثبوت ہے کہ افغانستان میں امریکا اور نیٹو کن نازک حالات سے دوچار ہیں۔ جب وہ خود اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ مجاہدین جارحانہ انداز میں بڑے بڑے حملے کررہے ہیں اور وہ ان حملوں کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں تو یہ مجاہدین کی شکست کی دلیل ہے یا کامیابی کا ثبوت ہے؟! عجیب منطق ہے کہ ایک جانب مجاہدین کی کامیابی کے دلائل پیش کیے جاتے ہیں اور دوسری جانب انہیں شکست خوردہ کہا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ افغانستان کے پچاس فیصد سے زائد رقبے پر مجاہدین کا کنٹرول ہے۔ جہاں مکمل طور پر امن قائم ہے۔ جن شہروں پر دشمن کا قبضہ ہے، کابل سمیت ان تمام شہروں میں دشمن اپنے محفوظ ٹھکانوں میں بھی مجاہدین کے حملوں کے خوف سے محفوظ نہیں ہے۔

ٹرمپ کی جنگی پالیسی کے نتائج

موسیٰ فرہاد

ٹرمپ کی نئی پالیسی کے اعلان کے ساتھ ہی اگر ایک جانب اس کی مذمت کی گئی تو دوسری جانب اس کے حامی بھی تھے۔ کابل انتظامیہ کے کٹھ پتلی حکام نے اس کے لیے حد سے زیادہ خوشی کا اظہار کیا۔ ہر گاؤں کی سطح پر اس کے سرکاری اجلاس بلائے گئے۔ انہوں نے اس پالیسی کو ایسا سمجھا گویا اب افغانستان کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ مجاہدین امریکی بمباری میں ختم ہو جائیں گے۔ پاکستان امریکی دباؤ میں آ کر مکمل طور پر غیر جانب دار ہو جائے گا۔ چین، ایران اور روس کا کردار افغانستان میں ختم ہو جائے گا۔ بھارت کی حمایت افغانستان کی آزادی کے لیے ضروری ہے۔

مخلوط حکومت کے دونوں رہنماؤں نے دعویٰ کیا کہ یہ پالیسی اصلاًان کے مطالبے پر بنائی گئی ہے، جس میں تمام تجاویز شامل کر دی گئی ہیں۔ میڈیا نے بھی حد سے زیادہ توجہ دی، تاکہ اس کی کامیابی کے لیے مہم چلائی جا سکے۔ کیا واقعی ٹرمپ کی پالیسی نے مجاہدین کو متاثر کیا ہے؟ جس طرح خطے کے حالات سے واقف تجزیہ کار پہلے سے جانتے ہیں کہ ٹرمپ کی پالیسی کے اعلان کے وقت یہ سوچا جا رہا تھا کہ اگر امریکا نے پہلے اندھی بمباری کر دی تو اس سے عوامی قتل عام بہت ہو گا، جیسا کہ حال ہی میں ننگرہار، خوست، قندوز، لوگر، شین ڈنڈ اور قرہ باغ میں سیکڑوں عام افراد شہید ہو گئے۔ اس سے کٹھ پتلی حکومت کے لیے اتنا موقع تو میسر آنا چاہیے کہ وہ مجاہدین کے مسلسل حملوں سے بچ سکیں۔ چیک پوسٹ، اڈے اور ضلعوں پر مجاہدین قبضہ نہیں کر سکیں گے، مگر مجموعی طور پر یہ پالیسی مجاہدین کا راستہ روکنے یا ان کی دیگر جنگی حکمت عملیوں کو کمزور کرنے کے لیے کامیاب نہیں ہو سکی۔ البتہ بیرونی جارحیت پسندوں اور ان کی حامی کٹھ پتلی حکومت کے خلاف عوامی نفرت کا گراف مزید بلند ہوا ہے۔ روس نے اپنی جارحیت کے آخری دور میں یہی کھیل شروع کر دیا تھا۔ اپنی کٹھ پتلی حکومت کے کہنے پر عوام پر اندھی بمباری کی گئی۔ یہی وجہ تھی کہ بالآخر فرار پر ہی مجبور ہوا۔

> اگر امریکا یا افغان حکومت کی یہ حکمتِ عملی اتنی ہی کامیاب ہے کہ گویا وہ مجاہدین کو ختم کر دیں گے تو یہ صرف ایک خواب ہے۔ تجزیہ کاروں کی تحقیقات ثابت کرتی ہیں کہ امریکا عملی اقدامات کے بجائے میڈیا پروپیگنڈے پر زیادہ توجہ دے رہا ہے۔ اب امریکہ نے فضائی بمباری پر بھروسہ کر رکھا ہے۔ سیکڑوں عام شہری شہید ہو چکے ہیں۔ اس کا اعتراف خود امریکا اور اقوام متحدہ، دونوں کر چکے ہیں۔ مجاہدین کو نقصان پہنچانے کے لیے ماضی کی نسبت افغان فوج کو زیادہ نقصان پہنچا ہے۔

دوسری بات کہ امریکا جتنی بھی بمباری کرے یا طیارے بڑھا دے، پھر بھی امریکی فوجی اتنی کارروائیاں نہیں کر سکتے، جتنی 2009 سے 2013 تک امریکی فوجی کرتے تھے۔ حتیٰ کہ راستوں اور گلیوں میں لوگوں کی تلاشیاں لیتے تھے۔ چھوٹے ہیلی کاپٹر فضا میں کھڑے ہو جاتے۔ فوجی نیچے اترتے اور موٹر سائیکل سواروں کی تلاشی لیتے۔ بمباریاں، فائرنگ اور حملے تو بہت زیادہ تھے۔ اس کے باوجود مجاہدین نے امریکا کو زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔ اس وقت دشمن کی فوج لاکھوں میں تھی۔ اب جب 3 یا 4 ہزار فوجی آئیں گے اور فضا ہی سے گھروں پر اندھی بمباری

کریں گے تو اس کا مجاہدین پر کچھ بھی اثر نہیں ہوگا۔ ہاں عوامی نقصانات سے انکار نہیں ہے۔

اگر امریکا یا افغان حکومت کی یہ حکمتِ عملی اتنی ہی کامیاب ہے کہ گویا وہ مجاہدین کو ختم کر دیں گے تو یہ صرف ایک خواب ہے۔ تجزیہ کاروں کی تحقیقات ثابت کرتی ہیں کہ امریکا عملی اقدامات کے بجائے میڈیا پروپیگنڈے پر زیادہ توجہ دے رہا ہے۔ اب امریک نے فضائی بمباری پر بھروسہ کر رکھا ہے۔ سیکڑوں عام شہری شہید ہو چکے ہیں۔ اس کا اعتراف خود امریکا اور اقوام متحدہ، دونوں کر چکے ہیں۔ مجاہدین کو نقصان پہنچانے کے لیے ماضی کی نسبت افغان فوج کو زیادہ نقصان پہنچا ہے۔ اب مجاہدین نے گروپ حملوں کے بجائے نئی حکمتِ عملی اختیار کی ہے۔ حال ہی میں پکتیا، قندھار، قندوز، ہلمند، فراہ اور ارزگان سمیت بہت سے علاقوں میں افغان فوجیوں کی بڑے پیمانے پر ہلاکتیں ہوئی ہیں۔ اس کا فائدہ کس کو ہوا؟

1. امریکا۔ 2. مجاہدین۔ 3. کابل انتظامیہ؟

1۔ امریکا سولہ سالوں سے جاری جنگ سے تنگ آ چکا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ کسی طرح اس بے مقصد جنگ سے باعزت طریقے سے جان چھڑائی جائے۔ سات ماہ تک بہت سے آپشنز پر غور کیا گیا۔ بالآخر اُس نے وہ راستہ اختیار کیا، جو وہ نہیں چاہتا تھا۔ یعنی ایک ناکام اور بے نام جنگ میں کودنا۔ نیٹو کے بہت سے اتحادی اس کے ساتھ نہیں رہے۔ اگر کچھ ساتھ ہیں تو وہ عملاً میدان میں نہیں ہیں۔ اسی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ پالیسی امریکا کی مرضی کی نہیں ہے۔ جنگ جیتنے کی توقع ہے نہ جان و مال کے نقصانات کم ہونے کے کی کوئی امید ہے۔

2۔ مجاہدین کے لیے جنگ کی طوالت کسی صورت بھی قابل برداشت نہیں ہے۔ مجاہدین یہ جنگ کسی ضرورت کی وجہ سے لڑ رہے ہیں۔ جنگ ان کا انتخاب نہیں ہے۔ انہوں نے بہت شدید حالات میں طاقت ور دشمن سے مزاحمت کا آغاز کیا تھا۔ اس لیے امریکا کا یہ اعلان کہ جنگ جاری رکھیں گے، انتہائی مشکلات کا باعث بن سکتا ہے۔ چوں کہ مجاہدین کی جنگ ایک مقدس اسلامی نظریہ رکھتی ہے۔ اسلامی نظام اور مسلمان عوام کی آزادی کے لیے قربانی دینا مجاہدین کا فخر ہے۔ اس لیے وہ جنگ چھوڑنے یا خود پر تھکاوٹ کا احساس طاری نہیں کرتے۔ ٹرمپ کا جنگی تسلسل مجاہدین اپنے اور عوام کے لیے نقصان دِہ سمجھتے ہیں۔

3۔ پڑوسی ممالک تو طبعاً امریکی جنگ کے تسلسل سے خوف زدہ ہیں۔ وہ اس کی مخالفت کا اظہار کرتے ہیں۔ رواں پالیسی میں کوئی بھی فریق اپنا فائدہ نہیں دیکھ سکتا۔ کابل کٹھ پتلی انتظامیہ وہ واحد طبقہ ہے، جو ٹرمپ کی پالیسی سے فائدہ اٹھانے کی کوشش میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سب سے زیادہ خوش وہی ہوئے۔ کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ امریکی طیاروں کی مدد اور ان کے ڈالروں کے بغیر یہ لوگ بالکل صفر ہیں۔ وہ ایک گھنٹے کے لیے مجاہدین کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ امریکا نہ ہو تو یہ بات یقینی ہے کہ مختصر عرصے میں ان کا سارا سیٹ آپ ختم ہو جائے۔ اسی طرح عسکری اور لاجسٹک لحاظ سے ان کی زندگی امریکا کی موجودگی سے وابستہ ہے۔ یہی وجہ ہے اس طرح کے عارضی اور وقتی مفادات صرف امریکی فوجیوں کی موجودگی، ہوائی بمباریوں پر زور اور ڈالر کے تعاون کا سلسلہ جاری رکھنے سے مشروط ہے۔ اگرچہ اس میں ہزاروں فوجیوں اور عام لوگوں کی موت بھی واقع ہو جائے۔

اب تک ٹرمپ کی اسٹریٹیجی کے اثرات صرف یہ ہیں کہ افغانستان اور خطے میں ہنگامے، اختلافات، ہلاکتیں، انسانی اور مالی نقصانات بڑھ گئے ہیں۔ مجاہدین کی مزاحمت میں کوئی کمی نہیں آئی۔ دوسری طرف امریکی جارحیت پسندوں اور ان کے کٹھ پتلیوں کو کوئی قابل ذکر کامیابی نہیں مل سکی۔

دینی مدارس امریکا کے خصوصی ہدف!

بشیر

صوبہ خوست کے ضلع نادر شاہ کوٹ میں جارح امریکا نے ایک دینی مدرسے پر چھاپہ مار کے ایک استاد سمیت چند ننھے طلباء کو شہید کر دیا۔امریکی فوجیوں کی جانب سے افغان شہریوں کی ہلاکت بالخصوص دین دار افراد کی شہادت کوئی پہلا واقعہ نہیں ہے۔اس سے قبل بھی ہزار ہا بار عام مسلمانوں اور دینی فکر رکھنے والوں کو انتہائی بے دردی کے ساتھ شہید کیا گیا ہے۔جب تک افغانستان جارحیت کا شکار رہے گا، امریکا اس طرح کے مظالم جاری رکھے گا۔امریکا روز اول سے افغانستان میں دینی فکر کو پابند کرنے کی کوشش میں ہے۔امریکا اور مغرب مذہبی طور پر اسلام کے دشمن ہیں۔امریکا دینی مدارس سے اس لیے خوف کھاتا ہے کہ یہ وہی جگہیں ہیں، جہاں اسلامی فکر پروان چڑھتی ہے۔معاشرے کو سُلجھے ہوئے رہنما ملتے ہیں۔تاریخ گواہ ہے کہ دینی مدارس نے اسلامی معاشرے اور خصوصاً افغان معاشرے کو ہر وقت نامور قائدین اور رہنما دیے ہیں، جنہوں نے بہت بہادری سے اور قربانیاں دے کر اسلام، سرزمین اور دینی اقدار کا دفاع کیا ہے۔

امریکی چاہتا ہے کہ افغان مسلمانوں کے دلوں میں اسلام اور امتِ مسلمہ سے ہمدردی کا جذبہ نکال دیا جائے۔ان کے دلوں میں الحاد اور کفر کا بیج بو دیا جائے۔اس لیے وہ عام مسلمانوں کو نقصان پہنچانے سمیت دینی اداروں کو بھی اپنے ظلم و جبر کا شکار بنائے رکھتے ہیں۔درجنوں کی تعداد میں معصوم طلباء کو شہید کر دیا جاتا ہے۔اس معاملے میں جہاں حکومت موردِ الزام ہے، وہیں عام افغان مسلمانوں کا رویہ بھی افسوس ناک ہے، جنہوں نے اشرف غنی جیسے بدبختوں کو اپنا حکمران بنا رکھا ہے۔جو جہاد کا راستہ اختیار نہیں کرتے۔امریکا کے اس جرم میں وہ لوگ بھی شریک ہیں، جو اس کے مقابلے میں خاموش بیٹھے ہیں۔امریکی ظلم و ستم کے خلاف خاموشی ایک ناقابل معافی جرم ہے۔

مدارس اسلام کے قلعے ہیں۔مسلمانوں کے عقائد، شرعی احکام اور اسلامی اقدار کے تحفظ میں ان کا کردار اہم ہے۔خدانہ کرے اگر یہ مدارس نہ ہوتے، علماء اور طلباء نہ ہوتے تو اسلام پورے عالم سے مٹ چکا ہوتا۔آج دنیا کے ہر کونے میں اسلام موجود ہے۔مسلمان موجود ہیں۔دین کا علم انہیں مدارس کے مرہونِ منت ہے۔

امریکا نے اسلام کے خاتمے کے لیے جو ناپاک ایجنڈا تشکیل دیا ہے، ان میں دینی مدارس و مراکز کو بھی نشانہ بنانا شامل ہے۔مفکرینِ اسلام، اساتذہ اور طلباء کا قتلِ عام بھی شامل ہے۔خوست کے علاقے نادر شاہ کوٹ میں طلباء کی شہادت اسی کا تسلسل ہے۔افغان عوام کو اس سلسلے میں اپنی ذمہ داریوں کا ادراک کرنا ہوگا۔اب مزید غفلت کا یہ رویہ ترک کر کے امریکا کے خلاف مجاہدین کے بازو مضبوط کیے جانے چاہییں۔افغانستان کی جغرافیائی آزادی کے ساتھ ساتھ افغان مسلمانوں کے عقیدے اور دینی سرحدوں کے تحفظ اور دفاع پر بھی توجہ دی جانی چاہیے۔

کینیڈین جوڑے کی رہائی، حقیقت کیا ہے؟

نجیب اللہ خوستوال

پاک افغان سرحد پر واقع قبائلی علاقے کرم ایجنسی میں پاکستانی فوج نے 11 اکتوبر کو ایک کارروائی کے دوران پانچ غیر ملکی مغوی افراد کو بازیاب کروالیا۔ بازیاب کروائے گئے افراد میں ایک کینیڈین شہری جوشوا بوئل، ان کی امریکن بیوی کیٹلن کولمین اور تین بچے شامل ہیں۔ پانچ سال قبل اکتوبر 2012 میں افغانستان کے صوبے میدان وردگ میں مجاہدین نے اس جوڑے کو گرفتار کیا تھا۔ اس حوالے سے جھوٹا پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے۔ مجاہدین کی غلط تصویر دنیا کے سامنے پیش کی گئی۔ قارئین کے لیے زمینی معروضات پر مبنی معلومات پیش خدمت ہیں:

جوشوا بوئل اور کیٹلن کولمین:

جوشوا بوئل کینیڈا کا رہائشی ہے۔ اس نے 2011 میں اپنی دوست اور امریکی ریاست کیلی فورنیا کی رہائشی کیٹلان کولمین کے ساتھ شادی کی۔ بوئل نے اس سے پہلے تین شادیاں کی تھیں، جو طلاق پر منتج ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک گوانتاناموبے جیل میں قید کینیڈین مسلم شہری عمر خضر کی ہمشیرہ زینب خضر بھی شامل ہیں۔ کہا جاتا ہے بوئل نے تب زینب سے شادی کی، جب وہ اسلامی جہادی گروہوں کے بارے میں تحقیقات کر رہا تھا۔ وہ ظاہری طور پر یہ عندیہ دے چکا تھا کہ وہ اسلام قبول کرلے گا۔ جب کہ اس نے اسلام قبول نہیں کیا، جس کے بعد اس پر جاسوسی کا شک ہوگیا۔

بوئل اور اس کی بیوی کولمن نے امریکا میں سیاحت کا دورہ مکمل کرنے کے بعد 2012 میں وسطی ایشیا کی سیاحت کا ارادہ کیا۔ انہوں نے وسطی ایشیا کے بعض علاقوں کا دورہ کیا اور افغانستان آ گئے۔ بوئل اور اس کی حاملہ بیوی کولمین اکتوبر 2012 میں کابل میں تھے۔ انہوں نے 8 اکتوبر کو اپنے خاندان کے ساتھ آخری بار رابطہ کیا تھا۔ اس کے بعد وہ کابل کے مغرب میں واقع صوبہ وردگ کے علاقے میں سفر کرتے ہوئے لاپتا ہوگئے۔ مجاہدین اکثر اس طرح کے واقعات کے بارے میں خاموش رہتے ہیں۔ وہ تاخیر سے ذمہ داری قبول کرتے ہیں۔ مجاہدین نے بہت عرصے بعد اعتراف کیا کہ کینیڈین جوڑا اُن کی تحویل میں ہے۔

موبائل قید:

خصوصاً غیر ملکی جاسوس خواتین کی گرفتاری مجاہدین کے لیے ایک بڑا چیلنج ہے۔ کیوں کہ مجاہدین کے کنٹرول میں محفوظ علاقے کم ہیں۔ افغانستان کی سرزمین اور فضا پر امریکا نے سیاروں، جاسوسی اداروں اور جدید آلات کے ذریعے قبضہ جمار کھا ہے۔ اس صورت حال میں مجاہدین بھی مجبور ہیں کہ وہ غیر ملکی قیدیوں کو امریکا کی دسترس سے محفوظ رکھیں۔ اُنہیں قیدیوں کے ساتھ اسلامی اور انسانی حقوق کا خیال بھی رکھنا ہوتا ہے۔ غیر ملکی قیدی اکثر غیر مسلم ہوتے ہیں۔ جب مجاہدین نے جوشوا بوئل اور ان کی اہلیہ کولمین کو گرفتار کیا تو تب افغانستان میں امریکی فوجی کارروائیاں عروج پر تھیں۔ مجاہدین نے بڑی تکلیف اور مشقت سے انہیں مرکزی اور جنوبی مشرقی صوبوں میں منتقل کر کے محفوظ ٹھکانے میں پانچ سال تک ان کی حفاظت کی۔ کئی بار انہیں ایک جگہ سے دوسری منتقل کیا گیا۔ مجاہدین عام طور پر غیر ملکی قیدیوں کو گرفتار کر کے انہیں دوسری جگہ منتقل کر دیتے ہیں۔ قیدیوں کو الگ الگ رکھا جاتا ہے، تاکہ دشمن ان کا ٹھکانہ نہ تلاش کر سکے۔ البتہ مجاہدین نے اس جوڑے میں شامل مرد اور اس کی بیوی کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں رکھا۔ مجاہدین غیر ملکی قیدیوں کو اسلامی اخلاقیات اور تعلیمات سے روشناس کرانے اور اپنے قیدیوں کے تبادلے کی غرض سے ان کو اہمیت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس لیے ان قیدیوں پر بھرپور توجہ مرکوز رکھی جاتی ہے۔ ان کے کھانے پینے، لباس، علاج اور تمام بنیادی ضروریات مہیا کی جاتی ہیں۔

قیدیوں پر مامور ایک ساتھی کے مطابق مجاہدین نے گزشتہ پانچ سالوں میں ان قیدیوں کو تمام سہولیات فراہم کی تھیں۔ خوراک اور سب کچھ ان کی فرمائش پر مہیا کیا جاتا رہا ہے۔ وہ کاغذ پر تمام ضروری چیزیں لکھ دیتے تو حفاظت پر مامور مجاہدین وہ

چیزیں فراہم کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ان کے ہاں 3 بچوں کی پیدائش بھی نہایت نارمل حالت میں ہوئی، جو تصویروں میں صحت منداور تندرست دکھائی دیتے ہیں۔ان کا صرف ایک بچہ وقت سے پہلے پیدا ہونے کی وجہ سے ضائع ہو گیا تھا۔ افغانستان کے حالات کی وجہ سے یہ واقعہ کوئی حادثہ یا نئی بات نہیں ہے۔ افغانستان میں شاید کوئی ایسی خاتون نہیں ہے، جس کے چار بچوں میں سے ایک بچہ ضائع نہ ہوا ہو۔ چند روز قبل بین الاقوامی تحقیقات کی تنظیم (IFPRI) نے ایک سروے رپورٹ شائع کی، جس کے مطابق افغانستان کو ایشیا کی سطح پر پہلے نمبر پر وہ ملک قرار دیا، جس میں سب سے زیادہ بچے بچپن میں وفات پاجاتے ہیں یا شدید غذائی قلت کا شکار ہیں۔

بین الاقوامی اعداد و شمار کے مطابق افغانستان وہ ملک ہے، جہاں ہر ایک ہزار میں سے 200 سے زائد بچے پانچ سال کی عمر تک پہنچنے سے قبل فوت ہو جاتے ہیں۔ ہر گیارہ ماؤں میں سے ایک ماں ولادت کے دوران زندگی کی بازی ہار جاتی ہے۔ اس مہذب دنیا میں میڈیا کے دُہرے معیار اور دوغلے پن کو دیکھیں۔ افغانستان میں ہر 10 بچوں میں روزانہ دو بچوں کی موت ہوتی ہے۔ مہذب دنیا اس پر تو خاموش ہے، البتہ اگر ایک قیدی امریکی عورت کا بچہ طبعی طور پر ضائع ہوتا ہے تو اس پر واویلا کیا جاتا ہے کہ مجاہدین نے ایک بچے کو مار ڈالا۔ مجاہدین کے مطابق کولمین کا چوتھا بچہ اس لیے ضائع ہوا کہ جس علاقے میں وہ قید تھے، وہاں تک ڈاکٹر کی بروقت رسائی ممکن نہیں تھی۔ اس بچے کی طبعی کو مجاہدین کا قتل باور کرنا ظلم ہے۔ اگر مجاہدین اسے قتل کرنا چاہتے تو پھر باقی تین بچوں کو بھی قتل کر سکتے تھے، لیکن انہوں نے ان کی حفاظت اور علاج کا بوجھ آخر تک برداشت کیا۔

مجاہدین نے تمام مشکلات، سکیورٹی مسائل اور تنگ دستی کے باوجود کینیڈین قیدیوں کے تمام انسانی حقوق کا خیال رکھا۔ ان کی پاس داری کی۔ جب کہ مدمقابل مجاہدین قیدیوں کے ساتھ بگرام اور پل چرخی جیلوں میں غیر انسانی سلوک کیا جاتا ہے۔ تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ مجاہدین نے اپنے قیدیوں پر ظلم کا بدلہ لینے کی غرض سے کبھی بھی انتقامی کارروائی نہیں کی۔

قیدیوں کے تبادلے کی کوشش:

مجاہدین کو ایک امریکی فوجی قیدی برگڈال کے تبادلے کا تجربہ معلوم تھا۔ وہ کوشش کر رہے تھے کہ اس جوڑے کے تبادلے میں اپنے کچھ سینئر رہنماؤں کو رہا کروائیں۔ اس لیے مجاہدین نے دو بار اس جوڑے کی ویڈیو بھی نشر کی، جس میں قیدیوں نے امریکی اور کینیڈین حکومت سے مطالبہ کیا تھا کہ ان کی رہائی کے لیے قیدیوں کے تبادلے کے لیے سنجیدہ کوشش کی جائے۔ مجاہدین نے خاص طور پر انس حقانی کی رہائی کے سلسلے میں کافی کوشش کی، جنہیں امریکا نے مشرق وسطی سے گرفتار کیا تھا۔ مجاہدین کو امید تھی کہ اس جوڑے کے تبادلے میں انس حقانی کی رہائی ممکن ہو گی۔ مولانا جلال الدین حقانی نے امریکا کے خلاف جہاد میں چار بیٹوں سمیت خاندان کے متعدد افراد کی قربانی دی ہے۔ افغانستان کی سطح پر یہ واحد خاندان ہے، جس میں بیواؤں اور یتیموں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اس خاندان کو یہ امید تھی کہ انس حقانی کی رہائی سے اسے کچھ خوشی نصیب ہو گی۔

قیدیوں کی رہائی:

ٹرمپ کی نئی جنگی حکمت عملی کے بعد افغانستان کے تمام علاقوں، خاص طور کابل میں امریکی فضائی حملوں، انٹیلی جنس آپریشنز اور بمباریوں میں اضافہ ہوا ہے۔ کینیڈین قیدی جوڑے کو صوبہ لوگر کے ایک خفیہ قید خانے میں رکھا گیا تھا۔ جب مجاہدین کو علم ہوا کہ امریکا اس جگہ کی نگرانی کر رہا ہے تو مجاہدین نے اپنے مخصوص وسائل سے دیکھا کہ امریکی ڈرون طیارے مسلسل اسی جگہ پر محوِ پرواز تھے۔ مولانا جلال الدین حقانی کے ساتھیوں میں ایک فوجی کمانڈر، جو قیدیوں کی حفاظت پر مامور تھے، نے بتایا کہ صوبہ لوگر میں امریکی جاسوس طیاروں کی جانب سے قیدیوں کی مسلسل نگرانی کے بعد مجاہدین مجبور ہوئے کہ قیدیوں کو کسی محفوظ مقام پر منتقل کیا جائے۔ البتہ جہاں بھی منتقل کیا جاتا تو امریکی ڈرون طیارے مسلسل نگرانی کرتے تھے۔ چوں کہ مجاہدین کے زیرکنٹرول تمام علاقے پہاڑی تھے۔ اس لیے امریکا آسانی سے ان پر چھاپہ نہیں مار سکتا تھا۔ مجاہدین نے حالیہ چند ہفتوں میں بہت کوشش کی اور مختلف ٹھکانے تبدیل کیے، لیکن امریکی ڈرون طیاروں کی نگرانی سے قیدیوں کو محفوظ نہیں کیا جاسکا، جس کے باعث فیصلہ کیا گیا کہ قیدیوں کو مشرقی افغانستان کے

صوبے کنڑ اور نورستان منتقل کر دیا جائے۔ وہاں پہاڑی جنگلات کے علاقوں میں انہیں محفوظ رکھا جاسکتا ہے۔

امریکا کی کڑی نگرانی کے باعث فوجی آپریشن کا امکان تھا۔ اس لیے مجاہدین نے فیصلہ کیا کہ قیدیوں کو صوبہ پکتیا سے پاکستان کے قبائلی علاقے کرم ایجنسی منتقل کیا جائے اور پھر باجوڑ کے راستے صوبہ کنڑ منتقل کیا جائے۔ مجاہدین نے قیدیوں کو کرم ایجنسی منتقل کر کے وہاں سے باجوڑ منتقل کرنے کا بندوبست کر لیا۔ مجاہدین نے ازراہ احتیاط راستے کی معلومات کے لیے متعدد بار اپنے ساتھیوں کو عام افغان مہاجرین کے روپ اور عام گاڑیوں میں بھیج کر پتہ لگایا کہ اس راستے پر کوئی سنگین تلاشی یا سکیورٹی کا مسئلہ تو نہیں ہے؟!

ایک دن مجاہدین نے دو بڑے قیدیوں کو بے ہوش کرنے کے لیے نشہ آور دوائی پلائی، تاکہ وہ راستے میں شور نہ کر سکیں، جس سے معاملہ خراب ہو جائے۔ انہوں نے قیدیوں کو گاڑی کے پچھلے حصے میں بیٹھا دیا۔ قیدیوں کو منتقل کرنے والی گاڑی راستے میں بظاہر ایک عام گاڑی کی طرح کئی سکیورٹی چوکیوں سے گزر گئی، لیکن پھر گاڑی کے اوپر ڈرون طیاروں کی آواز سنی گئی۔ یوں معلوم ہوتا تھا اب تک ان کا تعاقب جاری ہے۔ کچھ سفر کے بعد گاڑی پر فائرنگ کی گئی اور گاڑی کے ٹائروں کو نشانہ بنایا گیا۔ پاکستانی فوجیوں نے اپنی گاڑیوں سے اتر کر گاڑی کی تلاشی لینے کے دوران قیدیوں کو بازیاب کروایا۔

اس کے بعد ایسی خبریں منظر عام پر آئیں کہ جس وقت قیدی افغانستان میں تھے، اس وقت سے امریکا نے ڈرون طیاروں کے ذریعے ان کا تعاقب جاری رکھا تھا۔ جب وہ پاکستان کے قبائل داخل ہوئے تو امریکا نے پاکستانی حکام کو قیدیوں کا ٹھکانہ بتایا، جس کے نتیجے میں پاکستانی فوج نے قیدیوں کو آزاد کرایا۔

آخری بات:

مجاہدین کی جانب سے چند قیدیوں کی رہائی کوئی نئی اور عجیب بات نہیں ہے۔ حالت جنگ اور غیر معمولی حالات میں اکثر ایسا ہوتا رہتا ہے۔ مجاہدین نے بھی مختلف اوقات میں اپنے ہزاروں قیدیوں کو دشمن کی جیلوں سے رہا کروایا ہے۔ قندھار جیل کو تین بار توڑنا اچھی مثال ہے۔ علاوہ ازیں مجاہدین کے دور حکومت کے دوران بھی اس طرح کے کئی واقعات رونما ہو چکے ہیں۔ مثلاً روسی طیارہ فرار ہوا۔ قندھار جیل سے کمانڈر اسماعیل خان فرار ہوئے۔ امریکی صحافی فرار ہونے میں کامیاب ہوا۔ اس طرح کے واقعات میں مجاہدین پر اس لیے الزام نہیں لگایا جاسکتا کہ وہ ایک جانب بدترین جنگ کی صورت حال میں ایسے دشمن کا سامنا کر رہے ہیں، جس کی قوت اور انٹیلی جنس فورس مضبوط ہے۔ امریکا مصنوعی سیاروں، ڈرون طیاروں اور بے ضمیر جاسوسوں کے ذریعے افغانستان کی پوری سرزمین اور سرحدوں کی کڑی نگرانی کر رہا ہے۔ اس کے باوجود مجاہدین اپنی سرگرمیوں کو امریکی نگرانی سے پوشیدہ رکھنے میں کامیاب ہیں۔ مجاہدین کے خلاف نہ صرف امریکی سی آئی اے سرگرم ہے، بلکہ برطانیہ، فرانس، جرمنی اور تقریباً آدھی دنیا کے اعلیٰ درجے کی انٹیلی جنس تنظیمیں جدید آلات کے ذریعے مجاہدین کے خلاف مصروف ہیں۔ خفیہ اداروں کے اتنے مضبوط نیٹ ورک کے باوجود تن تنہا مقابلہ کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ مجاہدین کے بارے میں تاریخ ضرور لکھے گی کہ انہوں نے اپنی صلاحیت سے کئی گنا زیادہ بوجھ اپنے کاندھوں پر اٹھایا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر کوئی دوسرا ذریعہ نہیں ہے۔

رہائی کے بعد کینیڈا پہنچتے ہی جاشوا بوئل نے میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے الزام عاید کیا کہ مجاہدین نے ان کی بیٹی کو قتل کیا اور ان کی اہلیہ پر جنسی تشدد کیا ہے۔ انہوں نے نیوز کانفرنس میں پانچ سال قید کی صورت حال، قید کی مدت کے بارے میں، رہائی اور گرفتاری سے متعلق کچھ نہیں بتایا۔ انہوں نے ایک بند کمرے سے نکل کر مخصوص ٹی وی چینلز کے سامنے یہ بات کہی۔ اس دوران وہ ادھر ادھر دیکھ رہے تھے، جس سے واضح ہوتا کہ وہ کسی دباؤ کے تحت جھوٹ بول رہے ہیں۔

ٹرمپ کی نئی حکمت عملی اور جنگ کی کوششوں کے نتیجے میں امریکا اور اس کے اتحادی مجاہدین کو ہر زاویے سے دباؤ میں رکھنا چاہتے ہیں۔ جو لوگ خواتین قیدیوں کے ساتھ مجاہدین کے سلوک کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں، وہ ایک بار برطانوی صحافی ایوان ریڈلی کی کتاب "طالبان کی تحویل میں" پڑھ لیں۔ مجاہدین کا اس تہذیب سے کوئی تعلق نہیں جس میں امریکی صدر ٹرمپ پر اپنی بیٹی اور درجنوں خواتین کو جنسی طور پر ہراساں کرنے کے الزامات عائد کیے گئے ہیں۔

سعودی حکومت کے حالیہ اقدامات

حسن مومند

سعودی حکمران شاہ فیصل کے قتل کے بعد سعودی عرب کی خارجہ سیاست میں بڑی تبدیلی آئی تھی۔ اسلامی دنیا کے لیے یہ اہم ترین ملک بہت تیزی سے اسلامی دنیا سے دور ہونے لگا اور مغرب، خصوصا امریکا کے اہم اتحادیوں میں شمار کیا جانے لگا۔ سعودیہ کی بیرونی سیاست کی پالیسی میں اتنی بڑی منفی تبدیلی دنیا بھر کے حساس مسلمانوں کے لیے قابل تشویش تھی۔ سب اس پر پریشان اور شاہ فیصل دور کی پالیسیوں کو چاہنے لگے تھے۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس ملک میں لوگوں کی اجتماعی زندگی میں اسلامی ہدایات کی بہت روشنی نظر آتی ہے۔ حالانکہ دیگر عرب ممالک کے عوام کی اجتماعی زندگی میں اسلامی احکامات کا عملی وجود بہت کم نظر آتا ہے۔ سعودی حکومت نے اپنے ملک میں جو اجتماعی نظام رائج کر رکھا تھا، وہ کافی حد تک اسلامی احکامات کے قریب ہے۔ بازاروں اور شہروں میں اعلانیہ فسق و فجور کے مراکز یا کام کی اجازت نہیں دی جاتی۔ خواتین کو بے پردگی سے منع کیا جاتا ہے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے تعلیمی ادارے الگ الگ ہیں۔ پڑھائی کے آغاز اور اختتام کے اوقات بھی الگ الگ ہیں، تاکہ راستوں اور گلیوں میں سامنا ہونے کے بھی امکانات کم ہوں۔

خواتین میں آزادی اور بے پردگی کی روک تھام کے لیے حکومت کے بہت سے شعبوں اور بڑی پوسٹوں سے خواتین کو دور رکھا جاتا ہے۔ اگرچہ صحت اور تعلیم جیسے کچھ شعبوں میں کی ملازمت کر رہی ہیں، مگر بہتر یہ ہے کہ یہ سب اپنے کام کی جگہوں پر پردہ میں رہیں۔ اسی طرح ملک کی وزارت اوقاف اور مذہبی امور بہت حد تک بااختیار ہے۔ حکومت خود کو مذہبی امور میں مداخلت سے دور رکھتی تھی۔ شعائر اللہ کو قدر کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ حرمین شریفین میں حجاج اور معتمرین کی خدمت مثالی ہے۔ اس میں ہر سال انتظامات بہتر ہو رہے ہیں۔

شاہ عبداللہ کی وفات اور شاہ سلمان کی آمد سے سعودی عرب کی داخلی اور بیرونی سیاست میں کچھ ایسی تبدیلیاں سامنے آئی ہیں، جو عام مسلمانوں کے لیے تشویش کی باعث ہیں۔ خلیج اور مشرق وسطی کے تمام ممالک کے ساتھ سعودی عرب کے تعلقات ایک طرح نہیں تھے۔ سعودیہ نے اپنے اتحادیوں کو بہت اچھے طریقے سے رکھا اور کبھی اپنے کسی مخالف سے جنگ نہیں لڑی۔ اس ملک کے ساتھ پوری دنیا کے مسلمانوں کی محبت اور عقیدت کا بھی یہی تقاضا تھا کہ دنیا میں کوئی بھی سعودیہ کے خلاف عسکری اقدام کرے یا سعودیہ کے خلاف قدم اٹھائے۔ بدقسمتی سے یہ ملک اپنی غیر جانب داری برقرار نہ رکھ سکا۔ سعودیہ آج شام میں بشارالاسد کی ملیشیا کے خلاف جزوی طور پر اور یمن میں حوثیوں کے خلاف کلی طور پر حالت جنگ میں ہے۔ جب کہ وہ کسی بھی میدان میں کامیاب نہیں ہے۔

شاہ سلمان نے حکومتی انتظامیہ میں بڑی تبدیلیاں لائی ہیں۔ سلمان کے بھائی مقرن بن عبدالعزیز ولی عہد تھے، مگر انہیں ہٹا کر اپنے 57 سالہ بھتیجے شہزادہ محمد بن نائف کو ولی عہد بنا دیا گیا۔ کچھ عرصے بعد محمد بن نائف کو بھی اس منصب سے ہٹا کر شاہی فرمان کے ذریعے اپنے جوان بیٹے محمد سلمان کو ولی عہد بنا دیا گیا۔ محمد بن سلمان بن عبدالعزیز تیسری بیوی فہدہ فلاح کے بڑے بیٹے ہیں، جو اپنے والد کے زیادہ قریب اور سب سے زیادہ بااعتماد ہیں۔ محمد بن سلمان کی فکر میں لبرل ازم کے ریشے بہت مضبوط ہیں۔ انہوں نے واضح کہا ہے کہ وہ سعودیہ کو ماڈریٹ اسلامی ملک بنا دیں گے۔ انہی دنوں سعودیہ کے وزیر خارجہ رہنے والے وزیر سعود الفیصل نے بھی بادشاہ کو اپنا استعفا پیش کر دیا۔ یوں 1975 سے سعودیہ کے وزیر خارجہ رہنے والے وزیر کو گھر بٹھا دیا گیا۔

اس کے ساتھ ساتھ سلامتی کونسل اور باشاہ کے مشیر بندر بن سلطان کو بھی

اپنی ذمہ داریوں سے برخاست کر دیا گیا۔ بندر بن سلطان امریکا میں سعودیہ کے 22 سال تک سفیر رہ چکے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ مکہ کے گورنر شہزادہ مشعل اور ریاض کے شہزادہ ترکی کو بھی تبدیل کر دیا گیا۔ دونوں سابق بادشاہ شاہ عبداللہ کے بیٹے ہیں۔ محمد بن سلمان کے ولی عہد بنائے جانے کے بعد سلمان نے اعلان کیا کہ وہ اپنے ملک کی معیشت کے لیے تیل پر انحصار کو ختم کر کے سعودیہ کو ایک صنعتی ملک بنانا چاہتے ہیں۔ ولی عہد محمد بن سلمان نے اس کے لیے طویل المدت پلان مرتب کیا، جسے وژن 2030 کا نام دیا گیا ہے۔ اس ہدف کے لیے ایک مستقل اور بہت بڑا شہر قائم کیا جائے گا۔ جس کا نام 'نیوم' ہوگا۔ اس پر تقریباً 500 ٹریلین ڈالر کی لاگت آئے گی۔ محمد بن سلمان کا خیال ہے کہ 2030 تک سعودیہ صنعتی ملک بن جائے گا اور تیل کی جگہ ایک اچھا اقتصادی منبع ہاتھ آئے گا۔ محمد بن سلمان کے اقدامات سے ایسا لگتا ہے کہ وہ سعودیہ کو خطے کی سب سے بڑی قوت دیکھنا چاہتے ہیں۔ ان کے خیال کے مطابق سنی ممالک میں ایران کی مداخلت کا راستہ روکا جاسکے۔

مارچ 2015 کو حوثی باغیوں کے خلاف اتحاد کا قیام اور فوجی آپریشن کا آغاز اسی لیے تھا۔ اس آپریشن کے حوالے خیال کیا جا رہا تھا کہ کم وقت میں اچھے نتائج دے گا، مگر ایسا نہ ہو سکا۔ اسی سلسلے میں ایران کے ساتھ کشیدگی انتہا کو پہنچ گئی ہے۔ جون 2017 میں سعودیہ اور خلیجی ممالک نے قطر کے ساتھ بھی سفارتی تعلقات منقطع کر لیے۔ قطر پر الزام تھا کہ وہ ایران کے اشارے پر خطے میں بدامنی پھیلاتا اور شدت پسند گروپوں سے تعاون کر رہا ہے۔ ایران کے خلاف محمد بن سلمان کا مؤقف انتہائی سخت ہے۔ اس لیے انہوں نے ایران کے ساتھ ہر طرح کی بات چیت مسترد کر دی ہے۔ شاہ سلمان کے دور میں دسمبر 2015 میں پہلی بار سعودی عرب میں خواتین کو ووٹ کی اجازت کے علاوہ امیدوار بننے کی اجازت بھی دی گئی۔ اسی طرح خواتین کو ڈرائیونگ کی بھی اجازت دے دی گئی ہے۔

نئے اقدامات کے طور پر ایک انتہائی حیران کن معاملہ سعودی عرب میں کرپشن کے خاتمے کے نام پر شہزادوں کی گرفتاری اور کئی وزراء اور اعلیٰ حکام کو اپنی ذمہ داریوں سے برخاست کرنے کی صورت میں سامنے آیا۔ دل چسپ بات یہ کہ کرپشن کے خاتمے کے نام پر ادارہ قائم کیا گیا اور اس ادارے کے قیام کے چند گھنٹوں بعد 11 شہزادوں اور 4 آن ڈیوٹی وزراء کی گرفتاری عمل میں آئی۔ اس کے ساتھ ساتھ نیشنل گارڈ کے وزیر شہزادہ میتاب بن عبداللہ اور بحری فوج کے سربراہ عبداللہ بن سلطان کو بھی اپنی ذمہ داریوں سے برخاست کر دیا گیا۔ اس قدر بڑی تعداد میں شہزادوں، وزراء اور دیگر اعلیٰ حکام کی گرفتاری یا برخاستگی سے محمد بن سلمان مغربی دنیا اور خصوصاً امریکا کو یہ پیغام دینا چاہتا ہے کہ سعودیہ اب پرانی روایت ختم کر رہا ہے۔ یہ ملک بہت جلد مغربی دنیا کا ہم پلہ ہونے والا ہے۔ یہاں طاقت ور لوگوں کو جو استثنا دیے گئے تھے، وہ اب ختم ہو چکے ہیں۔

علاوہ ازیں ایک بڑا مقصد یہ بھی ہے شاہی خاندان، شہزادے اور دیگر لوگ محمد بن سلمان پر تنقید سے بچے رہیں۔ یہ ہم اس لیے کہتے ہیں کہ حال ہی میں شاہی خاندان کے چند دیگر افراد کی ذاتی مجالس سے ایسی خبریں شائع ہوئی ہیں، جن میں محمد سلمان پر تنقید کی گئی تھی۔ یمن کی جنگ میں سعودیہ کی شرکت اور جوانوں کو روزگار مہیا کرنے میں ناکامی پر انہیں تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ محمد بن سلمان کو بھی شاہی خاندان کے ایسے افراد کی باتوں کی اطلاع تھی، اس لیے ایسا اقدام کیا، تاکہ سب کے لیے عبرت بن جائے۔ ان کے اس اقدام صدر ٹرمپ نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

'شاہ سلمان اور ان کے ولی عہد کی صلاحیتوں پر ہمیں مکمل اعتماد ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ انہیں کیا کرنا ہے۔ جن لوگوں کے خلاف اعلانیہ بدسلوکی کی گئی، یہ وہ لوگ ہیں، جنہوں نے سالہا سال سے اس ملک سے فائدہ اٹھایا ہے۔ دوسری طرف لبنان کے وزیر اعظم سعد الحریری نے سعودی دارالحکومت ریاض میں اپنا استعفا پیش کر دیا اور استعفا کی وجہ درپیش خطرات کو قرار دیا۔ انہوں نے لبنان اور پورے خطے میں بدامنی کی ذمہ داری ایران اور شیعہ ملیشیا حزب اللہ پر ڈالی۔ اسی طرح حوثی ملیشیا کی جانب سے سعودی عرب پر میزائل داغے گئے، جو ریاض ہوائی اڈے کے قریب سعودی سکیورٹی فورسز نے فضا میں مار دیے۔ میزائل حملے کے اقدام کے خلاف سعودی حکومت نے شدید ردعمل ظاہر کیا۔ اس کا ذمہ دار براہ راست ایران کو قرار دیتے ہوئے کہا کہ ایران بہت جلد اپنے عمل کی سزا پائے گا۔ سعودیہ میں تمام تیز تر تبدیلیوں کو مسلمان اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ اُن کی نظر میں یہ سرگرمیاں مشرق وسطی کے نقصان کا باعث سمجھتے ہیں۔

اسلامی ممالک کے سیاسی نظام میں کرپشن کا آغاز کیسے ہوا؟

ہمدرد

اسلام کے دوسرے خلیفہ راشد امیر المومنین عمر بن خطاب کے دور خلافت میں مسلمانوں نے فارس فتح کیا اور کسری کا بے پناہ خزانہ غنیمت میں مدینہ منورہ لایا گیا۔ تاریخ روایات کی سند کے مطابق امیر المومنین حضرت رضی اللہ تعالی عنہ کسری سے ملنے والی غنیمت شدہ مال کے ڈھیر میں ہاتھ گھوماتے رہے۔ اور بہت اضطراب سے ہاتھ ادھر ادھر لے جاتے۔ دو دن بعد کسی نے اضطراب کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر ہجرت کے موقع پر سراقہ بن مالک سے کہا تھا کہ تم اپنے ہاتھ میں کسری کے کنگن پہنو گے۔ کسری کے سارے خزانے لائے جا چکے ہیں، دو دن سے انہیں ڈھونڈ رہا ہوں اور وہ ہاتھ نہیں آ رہے۔ اس لیے پریشان ہوں کہ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشن گوئی پوری نہ ہو۔

ایک دو دن گذر گیا۔ اگلے دن ایک مسافر آگیا اور سیدھا حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی مجلس میں پہنچ گئے۔ اس نے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے کہا: امیر المومنین! میں کسری کے خلاف لڑنے والے مجاہدین میں سے ہوں۔ واپسی پر کسی مجبوری کے باعث پیچھے رہ گیا اور آج مدینہ پہنچا ہوں۔ یہ کہہ کر ایک گھٹڑی نما کوئی چیز امیر المومنین کے سامنے رکھی۔ یہ مال غنیمت ہے۔ امانت کے طور پر میرے پاس تھا۔ یہ ہے میں اپنے ساتھ لایا ہوں۔ عمر رضی اللہ تعالی عنہ گھٹڑی کھولی اس میں کسری کے ہاتھوں کے کنگن تھے۔ دیکھتے ہی حضرت عمر رضی اللہ تعالی کی زبان مبارک سے اللہ اکبر کا نعرہ نکلا۔ فرمایا مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ مرد کے لیے سونے کا استعمال جائز نہیں مگر میں پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشن گوئی پوری کرتا ہوں اور کچھ دیر کے لیے کسری کے ہاتھ کے کنگن تمھیں پہناتا ہوں۔ مجلس میں عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ بیٹھے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس مجاہد کی دیانت اور امانتداری کی تعریف کی اور کہا: جس قوم میں تمھاری طرح دیانت دار اور امانت کا تحفظ کرنے والے نوجوان ہوں وہ قوم کبھی دشمن سے ڈر نہیں سکتی۔ عبدالرحمن بن عوف نے فرمایا: بات مجاہد میں نہیں بلکہ امیر المومنین میں ہے۔ جب بھی کسی قوم میں آپ کے جیسے دیانت دار حکمران ہوں گے اسے کوئی قوم شکست نہیں دے سکتی۔

بخاری شریف میں حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالی عنہ کا واقعہ ہے کہ وہ حالات کی تبدیلی کا شکوہ کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ ہمارے دور میں حالات یہ تھے کہ بلا کسی خطرہ اور خوف کے ہم ہر آدمی سے خرید فروخت کرتے تھے۔ ہمیں یہ اعتماد ہوتا تھا کہ یہ شخص مسلمان ہے تو اس کا ایمان اسے ہم سے دھوکہ کرنے کی اجازت نہیں دے گا۔ یا دیگر الفاظ میں فرماتے: ہمارے دور میں ایمان کی قوت اور نظام کی شفافیت معاشرے میں فریب اور بددیانتی کے راستے میں رکاوٹ تھی۔

آج کل اسلامی ممالک اور مسلمانوں پر نظر ڈالیں ہر آدمی دوسرے پر بداعتماد ہے۔ چھوٹے معاملات سے لے کر بڑے اور عالمی معاملات تک سب میں آپس کا اعتماد ختم ہو چکا ہے۔ اس کی بڑی وجوہات دو ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ مسلمانوں کا ایمان اس دور کے لوگوں کی طرح قوی نہیں ہے جس دور کا ذکر حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالی عنہ فرما رہے تھے اور دوسرا مسلمانوں کے سیاسی نظام میں شفافیت نہیں رہی۔ جب سے مسلمانوں کی حکومت کا نظام دین اور اسلام سے بے خبر لوگوں کے ہاتھوں میں آیا ہے اس میں ہر طرح کی بداعتمادی آئی ہے۔ سابقہ حکومتوں اور نظاموں میں اگرچہ علم وعمل کی بہت سی کمزوریاں تھیں مگر وہاں علماء کی موجودگی، سیاسی نظاموں میں ان کی شرکت کرپشن اور بددیانتی کی راہ میں بڑی رکاوٹ تھی۔ وہ آسانی سے حکام کو اجازت نہیں دیتے تھے کہ وہ اسلامی اصولوں اور اخلاقی حدود سے اعلانیہ سرتابی کریں۔ گذشتہ ایک صدی سے جب سے سائنسی ترقی نے دنیا کو قریب کر دیا اور سیاسی امور میں علماء کا کردار محدود کر دیا گیا۔ حکمران علماء سے بے پرواخود سر ہو گئے، حکمران دلیر ہو گئے۔ طرح طرح کی بغاوتیں عالم ہو گئیں۔ بیت المال اور مسلمانوں کا مال حکمرانوں کا ذاتی خزانہ بن گئے۔ مسلمانوں کے حقوق غصب کر دیے گئے اور آہستہ آہستہ بیت المال پر بے جا مصارف اتنا زیادہ ہو گیا کہ آج کل امیر اسلامی ممالک کے حکمرانوں کے مصارف امریکا جیسے سپر طاقت ممالک کے صدر اور حکمران بھی برابری نہیں کر سکتے۔

اِن شہداء کا کوئی پوچھنے والا نہیں!

کچھ دن قبل افغانستان کے شمالی صوبے قندوز میں چہابلر درہ کے تین گاؤں 'سید اعظم، غرو قشلاق اور سر آسیاب' پر امریکیوں نے داخلی افواج کی مدد سے بے رحمانہ بمباری کی۔ایک رپورٹ کے مطابق 27 کے لگ بھگ مسلمان شہید اور زخمی ہوئے۔ جب کہ دوسری رپورٹ کے مطابق 60 کے قریب لوگ شہید ہوئے ہیں۔علاقہ مکینوں اور صوبہ قندوز کے رکن اسمبلی احمد نصرت کے مطابق 14 افراد کی لاشیں ملیں اور 13 زخمی حالت میں پائے گئے ہیں۔ان کے مطابق مزید افراد کی تلاش اس لیے مشکل ہے کہ اب تک طیارے فضا میں گردش کر رہے ہیں۔امریکی اور ان کے کاسہ لیس پہلے تو زخمیوں اور شہداء کو تلاش کر رہے تھے، لیکن اب یکسر انکاری ہوگئے کہ مذکورہ حملے میں کوئی بھی شہری نہیں مارا گیا۔اس دعوے کی تصدیق کے لیے ایک نہایت غیر معقول دلیل پیش کی گئی کہ اگر اس حملے میں عوام مارے جاتے تو قندوز ہسپتال میں علاج کے لیے لائے جاتے۔۔یہ ایک نہایت ہی غیر معقول وجہ ہے۔اگرچہ نیٹو اور اس کے کاسہ لیس انکاری ہیں، لیکن یوناما نے اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ دس افراد مارے گئے ہیں۔دوسری جانب کابل کے 'ویسا' نامی روزنامہ نے بتایا ہے:

'صوبہ قندوز میں کیے گئے حملے سے متعلق روزنامہ ویسا کو موصول اطلاعات کے مطابق امریکی فوج نے اس ضلع میں بے رحمانہ بمباری کی ہے۔ہم دیکھ رہے تھے کہ وہ جدید اسلحہ استعمال کر رہے تھے۔ذرائع کے مطابق قندوز ائیر پورٹ کے قریب ایک طیارے نے کوئی پچاس کلو میٹر دور تین دیہاتوں کو نشانہ بنایا۔ذرائع کے مطابق بموں کے شعلوں سے یہی ثابت ہو رہا تھا کہ حملے یہیں سے ہو رہے ہیں۔امریکی فوج کی بمباری تین رات مسلسل جاری رہی۔ جس کے نتیجے میں مذکورہ تین گاؤں کے 63 افراد شہید ہوگئے۔ ذرائع نے 'ویسا' کو بتایا کہ بمباری کے شکار دیہاتوں سے لاشیں اکٹھی کرنے کے لیے جمع ہونے والوں پر بھی طیاروں نے بے رحمانہ بمباری کی، جس سے بڑی تعداد میں لوگوں کی شہادتیں ہوئی ہیں۔ان بمباریوں کی ملکی و بین الاقوامی میڈیا نے تصدیق بھی کی ہے۔

کابل انتظامیہ خود کو پورے افغانستان کے سیاہ و سفید کا مالک سمجھتی ہے۔اُسے بے رحمانہ بمباریوں کا نوٹس لینا چاہیے تھا۔عالمی برادری کو متوجہ کرنا اس کی منصبی، اخلاقی اور انسانی ذمہ داری تھی۔وہ نہ صرف افغانستان کے مظلوم مسلمانوں کے قتل عام پر خاموش ہے، بلکہ امریکی جارحیت کے لیے جواز بھی ڈھونڈ رہی ہے۔اس سے بھی زیادہ افسوس ناک یہ ہے کہ کابل انتظامیہ کے نصف کے دعوے دار عبداللہ عبداللہ نے ٹیکساس کے قتل عام کے بعد امریکا کے حوالے سے خوش گوار ماحول میں بیانات جاری کیے۔ لیکن قندوز کے متاثرین کی حالت زار سے آگاہی مناسب نہیں سمجھی۔کیا ٹیکساس میں مرنے والوں کی اہمیت اور قدر و قیمت قندوز کے شہداء سے زیادہ ہے؟ اگر یہ اتنے ہی بے قیمت ہیں تو جبر اور زبردستی سے ان پر حکمران کیوں بن بیٹھے ہیں؟

اگرچہ یہ غاصبین کی پہلی جارحیت نہیں ہے۔ان کی تاریخ ایسی وارداتوں اور واقعات سے بھری پڑی ہے۔کابل انتظامیہ کے کاسہ لیس اہل کار صرف افغان عوام کے قتل پر ہی خاموش نہیں ہیں، بلکہ وہ اُن فوجیوں کی ہلاکتوں کو بھی درخورِ اعتنا نہیں سمجھتے، جو خالص انہی کے لیے اپنی جانیں جنگ میں ضایع کر رہے ہیں۔اس میں کوئی شک نہیں کہ افغانوں کو غاصبین سے خیر کی کوئی توقع نہیں ہے۔انہیں یقین ہے کہ اس دھرتی پر اسلام کے عادلانہ نظام کے نفاذ کی خاطر شہید ہونے والوں کا انتقام مجاہدین ضرور لیں گے۔ان شاءاللہ! غیرت و حمیت سے تہی دست کٹھ پتلیوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ امریکا اُنہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکے گا۔

شہروں کی تباہی نئی امریکی حکمت عملی

سیف العادل احرار

مسلمانوں کے خلاف امریکی جارحیت پسندوں کی نفرت اور دشمنی سب پر واضح ہے۔ مسلمانوں کے قتل عام، لوٹ مار، ظالمانہ سلوک، اسلامی ممالک اوراُن کے وسائل پر قبضہ امریکی سیاست اور پالیسی کا محور ہے۔ مسلمانوں کی نسل کشی کے بعد شہروں اور بازاروں کو تباہ کرنا بھی نئی امریکی پالیسی کا ہدف ہے۔ موجودہ امریکی جنگ کی پالیسی یہ ہے کہ جس شہر پر امریکی فوج یا اس کے حواریوں کا تسلط قائم ہو، وہ تباہی سے محفوظ رہے گا۔ اس میں لوگوں کو رہنے کا حق حاصل ہوگا۔ اگر کوئی شہر ان کے تسلط سے نکلتا ہے تو اس کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی کوشش کی جاتی ہے، کیوں کہ پھر اس شہر میں عوام کو رہنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔

امریکی حملہ آوروں کی اس ظالمانہ پالیسی کی ایک مثال صوبہ ہلمند کے ضلع سنگین کے شہر کی ہے۔ اس شہر پر چھ سال تک امریکا قابض تھا۔ تب اس شہر میں لوگ زندگی بسر کر رہے تھے۔ شہر کی توسیع کی جا رہی تھی۔ نئی مارکیٹیں، سڑکیں اور بلند عمارات تعمیر کی گئیں، لیکن جب گزشتہ سال مجاہدین نے اس شہر پر اپنا کنٹرول قائم کیا تو اسی دن امریکی طیاروں نے اس شہر پر وحشیانہ بمباری کر کے اس کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیا۔ حتیٰ کہ سنگین بازار میں ان دکانوں کو بھی تباہ کر دیا گیا، جو ظاہر شاہ کے دور حکومت میں بنائی گئی تھیں۔

امریکی فوج نے بھاگنے کے بعد سنگین شہر پر بمباری کر کے مکمل طور پر تباہ کر دیا۔ امریکا اس طرح یہ پیغام دے رہا ہے کہ امریکا کی خدمات صرف تب تک حاصل رہیں گی، جب تک امریکا کسی شہر پر حاکم اور قابض رہے گا۔ جس دن امریکا کسی شہر سے راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہوگا تو اس کے بعد بربادی اس شہر کا مقدر ہوگی۔ امریکا نے عراق اور شام میں اپنی خود ساختہ تنظیم داعش کے ساتھ مل کر تاریخی شہروں، مساجد اور عوامی مقامات کو ریاستی ظلم اور دہشت گردانہ حملوں کا نشانہ بنا کر تباہ کیا۔ موصل جیسے تاریخی شہر جس کی ترقی اور توسیع کے لیے مسلمان پندرہ سو سال سے پسینہ بہا رہے تھے، اسے مسجد النوری سمیت کھنڈرات میں تبدیل کر دیا تھا۔

اسی طرح شام کے مشہور اور خوب صورت شہر رقہ پر بھی امریکا نے وحشیانہ بمباری کر کے اسے صفحہ ہستی سے مٹا دیا ہے۔ اس کے علاوہ شام، عراق، لیبیا اور دنیا کے دوسرے حصوں میں مسلمانوں کے شہر استعماری قوتوں کے ظلم کے نتیجے میں تباہ اور کھنڈرات میں تبدیل ہو رہے ہیں۔ گزشتہ روز میڈیا نے خبر شائع کی کہ امریکی فوجیوں اور افغان فورسز نے مشترکہ کارروائی کے دوران صوبہ ہلمند کے ضلع موسیٰ قلعہ میں 'خوبصورت شہر' کے نام سے ایک اور شہر تباہ کر دیا ہے۔ رات کو امریکی فوجیوں نے اس شہر پر چھاپہ مارا۔ قیمتی اشیاء لوٹنے کے بعد دکانوں اور گاڑیوں کو آگ لگا دی۔ ایک شخص کو شہید اور چار چوکی داروں کو حراست میں لے لیا۔ عینی شاہدین کے مطابق تین قریبی اضلاع کے لوگوں نے مل کر اس شہر کو آباد کیا تھا، جس میں مجاہدین تھے اور نہ ہی منشیات کی فیکٹریاں اور دکانیں تھیں۔ امریکی فوجیوں نے سو سے زائد دکانوں اور تیس سے زائد گاڑیوں اور موٹر سائیکلوں کو جلا دیا۔ اس کے بعد شہر پر سفاکانہ بمباری کر کے اسے مکمل طور پر تباہ کر دیا۔ جس کے باعث تاجروں ای کروڑوں روپے مالیت کا سامان جل کر راکھ ہو گیا۔ اس شہر کا جرم صرف یہ تھا کہ یہ امارت کے زیر کنٹرول علاقے میں تھا۔ امریکا اور اس کے حواریوں کی پالیسی سے واضح ہوتا ہے کہ افغانستان کی ترقی، تعمیر نو اور نئی آبادی کی پالیسی صرف اس کے زیر کنٹرول علاقوں تک محدود ہے۔ جہاں ان کے کنٹرول کا دائرہ ختم ہوتا ہے، وہیں ترقی اور تعمیر نو کی جگہ تخریب کاری اور تباہی کی پالیسی سامنے لائی جاتی ہے۔

اگر مجاہدین کے بم دھماکے اور میزائل حملے میں شہر میں کسی مکان کو نقصان ہوتا ہے یا کوئی دیوار گر جاتی ہے تو اس شہر میں غلام اشرف غنی کے حامی لوگ فیس بک پر سر آسمان پر اٹھا لیتے ہیں۔ بڑے زور و شور سے تخریب کاری کا ملبہ مجاہدین پر گرا کر انہیں تخریب کار، ملک دشمن اور ترقی کی راہ میں رکاوٹ قرار دیتے ہیں، لیکن جب مجاہدین کے زیر کنٹرول علاقے میں امریکی طیاروں کے سفاکانہ فضائی حملے میں پورا شہر ملیامیٹ اور تباہ ہو جاتا ہے تو اس پر سب روشن فکر اور سیکولر خاموش تماشائی بن جاتے ہیں۔ کیوں کہ وہ تو ان مسلمانوں کا شہر ہے، جنہوں نے امریکی غلامی سے بغاوت کا اعلان کیا ہے۔ اسی جرم کی پاداش میں انہیں یہ سزا دی جاتی ہے۔

دیہاتی علاقوں اور شہروں کو تباہ کرنا امریکا کا بدترین ظلم ہے۔ جس پر محب وطن اور ترقی پسند جیسے نعرے لگانے والوں کی خاموشی معنی خیز ہے۔ امریکی فوجیوں کے سنگین جرائم پر کٹھ پتلی حکمرانوں کی طرح ترقی پسند سیکولر بھی خاموش، گونگے اور بہرے ہو چکے ہیں۔ یہ گونگے درحقیقت امریکا کے جرائم میں برابر کے شریک ہیں۔ جن کی ترقی کی سوچ صرف امریکا کے زیر کنٹرول علاقوں تک محدود ہے۔ جہاں امریکی اور حکومتی رٹ قائم نہیں ہے، وہاں امریکی طیاروں کی بمباری اور گولہ بارود کی آگ میں پورا شہر اور قصبہ برباد کر دیا جائے تو کوئی پروا نہیں کی جاتی۔ امریکا کے ان مظالم کے خلاف عوامی نفرت میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ صوبہ لوگر میں مدرسے پر بمباری کر کے اکیس معصوم طالب عالموں کو خون میں نہلا دیا گیا، جب کہ غزنی اور زابل میں مساجد پر بمباری کی گئی۔ پبلک مقامات پر بم دھماکوں میں بھی امریکی کارندے اور بلیک واٹر کے اہل کار ملوث پائے جاتے ہیں۔

نئی امریکی پالیسی کے بعد شہروں کو نشانہ بنانا، ظلم اور وحشت کے ذریعے عوام میں خوف و ہراس پیدا کرنا ناکام پالیسی کا بے سود تجربہ ہے۔ ٹرمپ کی یہ پالیسی بھی ناکامی سے دوچار ہوگی۔ جلد ہی وہ اعتراف کریں گے کہ ان کی نئی پالیسی بھی ناکام رہی ہے۔ جلد وہ امارت اسلامیہ کی قیادت میں جہاد کے سامنے گھٹنے ٹیک کر افغانستان سے راہ فرار اختیار کریں گے۔ مجاہدین امریکی غلاموں سے پورا پورا احساب لیں گے۔ ان شاءاللہ

امریکا کے بعد کا افغانستان؟

محمد شفیق خان

ایک دوست کے ساتھ افغانستان کے گمبھیر حالات پر تبادلہ خیال کر رہے تھے۔ میرا دوست بڑی تاکید سے یہ بات دہرا رہا تھا کہ ' اگر امریکا نہ ہو تو افغانستان بھی نہیں رہے گا۔

میرا تجربہ ہے کہ جب ملک کی سلامتی اور سیاسی صورت حال اس قدر خراب ہو جاتی ہے کہ حکام خود اس پر قابو پا سکتے ہیں اور نہ ہی اس کو چھپا سکتے ہیں۔ امریکی کردار اور اقدامات پر عوام شدید تنقید اور اعتراض کریں تو ایسے مواقع پر حکام کی جانب سے سننے کو ملتا ہے کہ 'امریکا نے ہمارے نظام کو سہارا دیا ہوا ہے۔ موجودہ نظام امریکا کی مرہون منت ہے۔ اگر امریکا سہارا نہ دے تو ہمارا نظام بھی برباد ہو جائے گا۔ ہمارے ملک کا نظام امریکا کی عسکری اور مالی بیساکھیوں پر قائم ہے۔' اگر امریکا کا یہ تعاون ختم ہو جائے تو ایک ہفتے میں پورا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اگر اس کا بغور جائزہ لیا جائے تو اس میں کچھ وزن نظر آئے گا۔ امریکی تعاون اور سہارے کے بغیر حکومت اور نظام کی عمارتیں زمین بوس ہو جائیں گی۔ عوام مایوس ہو چکے ہیں اور نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ بڑے پیمانے پر ہمارے نوجوان بے روزگار ہیں۔ لوگ غربت کا شکار ہیں۔ حکومت نوجوانوں کو روزگار فراہم کرنے میں بری طرح ناکام رہی ہے۔ مالی وسائل امریکا کے تعاون تک محدود ہیں۔ اگر امریکا ہتھیار، ایندھن اور فوج کی تنخواہ فراہم نہ کرے اور ڈرون حملوں کا سلسلہ بند کر دے تو ظاہر ہے کہ حکومت خود بخود ختم ہو جائے گی۔

ایک اور خطرناک حقیقت یہ ہے کہ کم از کم موجودہ صورت حال میں حکومت، کوئی جماعت اور نہ ہی کوئی اتحاد قوم کی بقا کا آئینہ دار ہے۔ اس تلخ حقیقت کا بھی اعتراف کرنا چاہیے کہ اگر اس مخدوش حالت کو بھی گنوا دیا گیا تو افغان قوم ایک ایسے سانحے سے دوچار ہوگی کہ ماضی کی غلطی سے کئی گنا زیادہ ہوگی۔ یہ تصویر کا ایک رخ ہے، جو حکومت اور امریکا کے حامی لوگ پیش کرتے ہیں۔

تصویر کا دوسرا رخ بھی دیکھیے! داؤد خان اور سابق بادشاہ محمد ظاہر شاہ کے دور حکومت میں افغانستان ترقی کے لحاظ سے دنیا کے ترقی یافتہ ممالک سے پیچھے تھا۔ یہاں کے عوام سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ امریکا تھا اور سوویت یونین سے ہٹ کر افغانستان ایک آزاد اور خود مختار ملک کے طور پر دنیا میں جانا جاتا تھا۔ یہاں تمام بین الاقوامی اصولوں پر عمل درآمد کیا جاتا تھا۔ غیر ملکی لوگ ویزے اور اجازت کے بغیر نہیں آ سکتے تھے۔ غیر ملکیوں کے دورے کے دوران پروٹوکول کا خیال رکھا جاتا تھا۔ افغان وزیر خارجہ جب کسی ملک کے دورے پر جاتے تو ایئرپورٹ پر ان کے ہم منصب استقبال کرتے تھے اور بادشاہ کے استقبال کے لیے بادشاہ حاضر ہوتے تھے۔

داؤد خان کی حکومت کا تختہ الٹنے اور سوویت یونین کی یلغار کے بعد افغانستان کی بربادی کا نیا دور شروع ہوا۔ اللہ تعالی کی مدد اور قوم کی لازوال قربانیوں کی بدولت سوویت یونین کو شکست ہوئی۔ روسی فوج بھاگنے پر مجبور ہوئی۔ جب روسی خطرہ ٹل گیا تو مجاہدین آپس میں ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار ہو گئے۔ افغانستان میں خانہ جنگی کا نیا دور شروع ہو گیا۔ موت کا رقص، لاقانونیت اور تباہی کے جو مناظر دیکھے گئے، وہ ناقابل بیان اور ناقابل فراموش ہیں۔ اس دوران طالبان اسلامی تحریک کا آغاز ہوا۔ افغانستان کے پچانوے فیصد رقبے پر امارت اسلامیہ کی مثالی حکومت قائم ہوئی۔ تاہم مخالفتوں کے ساتھ شمالی صوبوں میں جنگ جاری تھی۔ امارت اسلامیہ کو تب صرف تین ممالک نے تسلیم کیا تھا۔ اگرچہ غربت اور افلاس کا دور دورہ تھا، لیکن تب افغانستان خود مختار حیثیت سے موجود تھا۔

7 اکتوبر 2001 کو امریکا نے افغانستان پر حملہ کیا۔ امریکی قیادت میں افغانستان کی تعمیر نو و استحکام کے نام پر کئی ممالک نے اپنا اپنا حصہ ڈالا۔ بیشتر ممالک نے ملک کی ترقی اور مستحکم نظام کے وعدے کیے لیکن اب 16 برس گزرنے کے بعد یہ باتیں ہو رہی ہیں کہ اگر امریکا سہارا نہ دے تو افغانستان کا نظام برقرار نہیں رہے گا۔ گزشتہ 16 سالوں میں امریکا نے یہاں صرف افغان قوم کی شجاعت، بہادری اور ملی اقدار کے خاتمے کے لیے سب کچھ داؤ پر لگایا اور افغانستان کو ترقی کی شاہراہ پر گامزن کرنے کے بجائے کھنڈرات میں تبدیل کر دیا۔ حکومت میں شامل حکام کا ایک دوسرے پر اعتماد ختم کر دیا ہے۔ حکومت ایک مستقل مریض کی مانند آئی سی یو میں پڑی ہے۔ اگر معاملہ اسی طرح ہے تو پھر ہمیں امریکی موجودگی پر نہیں، بلکہ اپنی بیماری پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے۔ امریکا کو ایک دن ضرور افغانستان سے جانا ہوگا۔ افغانوں کو اپنے مستقبل کے بارے میں سنجیدگی سے غور کرنا ہوگا۔ اپنی قوم اور عوام پر اعتماد کا اظہار کیا جائے۔ عوام کا اعتماد بحال کرنے کی کوشش کی جائے۔ انہیں پرامن زندگی بسر کرنے کا موقع فراہم کیا جائے۔ افغانستان کو غیر ملکی فنڈ اور تعاون کے بجائے اپنی ہمت اور اپنی مدد آپ کے تحت آباد اور ترقی یافتہ بنایا جائے۔ ہمارا دشمن ہمیں منشیات کا عادی اور اپنا غلام دیکھنا چاہتا ہے۔ جب تک امریکا افغانستان میں موجود ہے، یہ قوم کبھی بھی بھلائی کا راستہ نہیں تلاش کر سکے گی۔

ہمارے اسلاف نے فرنگی سامراج کے خلاف جہاد کا علم بلند کیا اور ملک پر استعمار کے قبضے کی کوشش ناکام بنائی۔ ہمارے اسلاف کی ہندوستان کے حوالے سے ایک شان دار تاریخ ہے۔ ٹیکنالوجی کے اس دور میں عالی قدر امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد نور اللہ مرقدہ نے اپنے عظیم اسلاف کی یاد تازہ کرتے ہوئے دنیا کی واحد سپر پاور امریکا کے جابر حکمرانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنا موقف پیش کیا۔ ان کی غلامی سے انکار کیا۔ 16 برسوں میں لازوال قربانیوں کی بدولت لاکھوں کی استعماری فوج کو ذلت آمیز شکست دی۔ اب چند ہزار غیر ملکی فوجی یہاں تعینات ہیں جن کے خلاف جہاد پوری آب و تاب سے جاری ہے۔ وہ دن دور نہیں کہ افغانستان آزاد حیثیت سے دنیا کے نقشے پر نمودار ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالی

نیٹو اجلاس امریکا کو کامیاب نہیں کر سکے!

خلیل عزم

المان کے شہر بروکسل میں تین روزہ اجلاس منعقد ہوا، جس کا ایجنڈا 'ٹرمپ کی اسٹریٹجی کو عملی نفاذ دینا' بالفاظ دیگر افغانستان میں امریکی جنگ کے شعلوں کو وسعت دینا تھا۔ اس اجلاس میں نیٹو اتحاد کے وزرائے دفاع شامل تھے۔ یہ اجلاس اس اعلامیے کے ساتھ اختتام پذیر ہوا کہ جلد ہی افغانستان میں 1000 فوجی بھیجے جائیں گے۔ جان کیری کی کابل انتظامیہ نے حسب معمول فوج کی تعداد بڑھانے پر زور دیتے ہوئے اجلاس کے اس اعلان کو اہم ضرورت قرار دیا۔

اس سے قبل بھی نیٹو اور امریکا نے ہزاروں کی تعداد میں جدید اسلحے سے لیس فوج بھیجی، جس نے یہاں ہر قسم کا ظلم و ستم روا رکھا، لیکن نتیجہ تاریخی شکست کی صورت میں نمودار ہوا۔ آسان الفاظ میں امریکا اور نیٹو اپنی فوجی، انٹیلی جنس، اقتصادی اور سیاسی طاقت کے استعمال سے بھی افغانستان کے کسی ایک علاقے یا چند کلو میٹر رقبے کو اپنے کنٹرول میں نہیں لا سکے۔ امریکا سوائے بے گناہ افغانوں کے قتل عام کے کچھ نہیں کر سکا۔ ٹرمپ کے جنگی جنون اور نئی اسٹریٹجک پالیسی کو مؤثر بنانے کے لیے امریکا نے اپنے مکار میڈیا کے ذریعے ہر قسم کی کوشش کر دیکھی ہے، لیکن اللہ تعالی کے خصوصی فضل و نصرت سے مجاہدین پر ان کا کچھ بھی اثر نہیں ہوا، بلکہ یہ مشاہدے میں آیا ہے کہ ان پروپیگنڈوں کے بعد بھی مجاہدین کے حوصلے بلند ہیں۔ وہ امریکا اور اس کے اتحادیوں کے حساس مراکز پر حملہ آور ہیں۔ ان کے ہیلی کاپٹرز اور طیاروں کو نشانہ بنایا جاتا ہے، جس میں کئی جنرلز اور بڑے افسر مارے گئے ہیں۔ کابل کا حساس علاقہ مجاہدین کے کنٹرول میں ہے۔ یہ محض دعوی نہیں، بلکہ امریکی این جی او 'سیگار' کی رپورٹ کے مطابق ٹرمپ انتظامیہ کی جاری کردہ نئی اسٹریٹجک پالیسی کے بعد سے امارت اسلامیہ کے غلبے میں بارہ فیصد اضافہ ہوا ہے۔

ہم کابل انتظامیہ، اس کے زیر اثر وکلاء سمیت ان سب لوگوں پر واضح کر دینا چاہتے ہیں، جو امریکی فوجی اضافے کے خواہش مند ہیں کہ مجاہدین کو امریکی فوجی تعداد سے کچھ منفی اثر ہونے والا نہیں ہے۔ جب تک جارح فوج کا ایک فوجی بھی افغانستان میں موجود ہوگا، یہ مقدس جہاد جاری و ساری رہے گا۔ اگر پچھلے سترہ سالوں کے دوران مجاہدین پر امریکا اور اس کے اتحادیوں کے اجلاسوں اور پالیسیوں کا مجاہدین پر کوئی اثر نہیں ہوا تو بروکسل اجلاس کا کیا اثر پڑے گا؟ ایسے اجلاسوں سے لمبی امیدیں نہ باندھی جائیں۔ ایسے پروگراموں کا افغانستان کی ترقی و بہبود کے لیے کچھ کردار نہیں ہے۔ امریکا جیسے ممالک کو تو اپنے مسائل نے جکڑ رکھا ہے۔ جس دن انہیں یقین ہو جائے کہ ان کا مزید یہاں رہنا بے نتیجہ اور بے سود ہے تو آپ دیکھ لیں گے وہ ایک گھنٹے کے لیے یہاں نہیں رکیں گے۔ وہ عبداللہ اور اشرف غنی سے لے کر ایک ادنی امریکی غلام تک سب کو یوں ہی بے یار و مددگار چھوڑ کر فرار ہو جائیں گے۔ اس سب کے ساتھ ان غلاموں کو امریکا اپنی سرزمین پر قدم تک رکھنے کی اجازت نہیں دے گا۔

بمباری وپروپیگنڈا دشمن کی ناکام کوشش

عبداللطیف

امارت اسلامیہ کے بانی عالی قدر امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد نور اللہ مرقدہ نے 17 سال پہلے امریکا کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ افغانستان پر قبضہ کر کے یہاں لاکھوں فوجیوں کو تعینات کیا جا سکتا ہے۔ شہروں پر قبضہ کر کے عوام پر مظالم ڈھائے جا سکتے ہیں، لیکن یہ بات یاد رہے کہ افغانستان کو ہضم نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں آپ کے مقابلے میں پہاڑوں اور تمام اطراف سے مجاہدین حملہ آور ہوں گے۔ جہادی مراکز دوبارہ فعال بنا کر سرزمین کی ہر جانب سے مزاحمت کے لیے مضبوط مورچے بنائے جائیں گے۔

ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی پیش گوئی سب کے سامنے ہے۔ آج مجاہدین اسی مرحلے میں موجود ہیں۔ امریکا نے بھرپور طاقت کا استعمال کیا۔ ہر قسم کے ظلم و درندگی کا بازار گرم رکھا۔ جب کہ وہ صرف کابل کو ہی مجاہدین کے حملوں کے خوف سے محفوظ نہیں رکھ سکا۔ حامد کرزئی کے دور حکومت میں قومی سلامتی کمیٹی کے سربراہ پسنتانے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے: 'امریکی حکام آسانی سے افغانستان کے دورے پر نہیں آ سکتے تھے۔ وہ مجاہدین سے بہت خوف زدہ تھے۔ ان کے حملوں کے خوف سے غیر اعلانیہ دوروں رات کو اچانک افغانستان کا دورہ کرتے تھے۔'

مصنف مزید لکھتا ہے کہ 'امریکی حکام مجاہدین سے اتنے خوف زدہ تھے کہ سابق امریکی صدر بش اور اوباما نے دورہ افغانستان کے دوران پانی کا گھونٹ پیا اور نہ ہی کھانے کا ایک لقمہ کھایا۔'

چند ہفتے پہلے امریکی وزیر خارجہ ٹیلرسن نے افغانستان کا دورہ کیا تو ان پر خوف کا بھوت اتنا زیادہ سوار تھا کہ انہوں نے اشرف غنی اور ڈاکٹر عبداللہ کو کابینہ اراکین سمیت امریکی سفارت خانے میں طلب کر کے ملاقات کی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ امریکی حکام گزشتہ 17 برس کے دوران لاکھوں امریکی افواج کی موجودگی کے باوجود کتنے بوکھلاہٹ کا شکار ہیں۔ افغان مجاہد قوم پر اب سورج کی طرح یہ بات عیاں ہو گئی ہے کہ امریکی فوجیوں کو میدان جنگ میں تاریخی شکست اور ذلت کا سامنا ہے۔ ان کی تمام پالیسیاں ناکام ثابت ہوئیں۔ ان کی تربیت یافتہ نیشنل آرمی، ملیشیا اور پولیس اہل کار محفوظ ٹھکانوں میں خود کو بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان میں یہ صلاحیت نہیں ختم ہے کہ وہ مجاہدین کے خلاف فوجی آپریشن کریں یا جنگی حکمت عملی طے کریں۔

امریکی اور افغان فورسز نے جنگی میدان میں عوامی سطح پر فضائی اور ڈرون حملوں پر زور دیا ہے۔ اس کے علاوہ ان کے پاس کوئی چانس نہیں ہے۔

سیاسی میدان میں بھی وہ بری طرح ناکام ہیں۔ اب صرف پروپیگنڈوں پر ان کا اعتماد باقی ہے۔ مجاہدین کو بدنام کرنے کے لیے دن رات یہ ڈھول بجاتے ہیں کہ مجاہدین کی پشت پر ہمسایہ ممالک کھڑے ہیں اور اُن کی منصوبہ بندی افغانستان کے علاوہ کہیں اور سے طے ہوتی ہے۔ قابض امریکی اور ان کے حواری ہوش کے ناخن لیں۔ مظلوم اور نہتے عوام سے بدلہ لینے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ عوام میں امریکا اور کٹھ پتلی حکومت کے خلاف نفرت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ مجاہدین سے متعلق ان کی ہمدردیاں بڑھ رہی ہیں۔ مجاہدین کی صف کو تقویت ملتی ہے اور اب زبردست عوامی پذیرائی انہیں حاصل ہے۔

مجاہدین کے ساتھ پاکستان کی مدد کا پروپیگنڈا صرف وہ لوگ کرتے ہیں، جنہیں اس کے بدلے معاوضہ ملتا ہے۔ ورنہ یہ تو سب جانتے ہیں کہ پاکستان اس جنگ میں امریکا کا اتحادی ہے۔ اس نے امارت اسلامیہ کے خلاف جنگ میں امریکا کا بھرپور ساتھ دیا ہے۔ مجاہدین کے محفوظ ٹھکانوں کی معلومات پاکستان نے ہی امریکا کو فراہم کیں۔ پاکستان کی مدد کا بے بنیاد پروپیگنڈا کسی کے لیے قابل قبول نہیں ہے۔ ہم سمجھتے ہیں مظلوم عوام کے خلاف امریکی اور افغان فورسز کی مشترکہ کارروائی اور مجاہدین کو بدنام کرنے کے لیے پڑوسی ملک کی مدد کا پروپیگنڈا ناکامی، بزدلی اور مایوسی کی واضح نشانی ہے۔

ڈاکٹر عبداللہ کا دورۂ واشنگٹن

شاہد غزنیوال

مخلوط حکومت کے چیف ایگزیکٹو ڈاکٹر عبداللہ نے اپنے حالیہ دورۂ واشنگٹن کے موقع پر ٹرمپ کی خونی حکمتِ عملی کے حوالے سے کچھ عجیب بیانات دیے۔ انہوں نے واشنگٹن پوسٹ سمیت امریکی میڈیا سے بات کرتے ہوئے ٹرمپ کی افغان حکمتِ عملی کو ہمہ پہلو، کامیاب اور افغان عوام کے تحفظ کا ضامن قرار دیا۔ ڈاکٹر عبداللہ نے مذکورہ حکمتِ عملی کی کامیابی کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ 'وہ کسی خاص وقت تک محدود نہیں ہے۔' انہوں نے واشنگٹن پوسٹ کے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ 'افغانستان کے حوالے سے ٹرمپ کی حکمتِ عملی کئی پہلوؤں سے کامیاب ہے۔ پہلی یہ کہ اس کا نفاذ کسی محدود وقت تک نہیں، بلکہ جب تک دہشت گردی کا خطرہ رہے گا، تب تک یہ ٹرمپ کا افغانستان میں اعلانِ جنگ باقی رہے گا۔ دوسرا یہ کہ اس عسکری پالیسی کی بدولت مخالفین (مجاہدین) کو اس بات پر مجبور کیا جا سکے گا کہ وہ مذاکرات کے لیے تیار ہوں۔

یہ بیان افغانستان کی مخلوط انتظامیہ کے دوسرے اعلیٰ ترین عہدے دار کا ہے، جو انہوں نے ٹرمپ کی وحشیانہ جنگ کے حوالے سے دیا ہے۔ ٹرمپ کا جو اعلان ایک ماہ میں سیکڑوں افغان شہریوں کی ہلاکتوں کا باعث بنا ہے، جس کی معقولیت پر خود امریکا سوال اٹھاتے ہوئے اسے بدامنی کی طوالت کا باعث قرار دے رہا ہے، جس کی وجہ سے مسلمانوں کی شادیوں اور جنازوں کے اجتماعات پر بمباریاں کی گئیں، سیکڑوں بے سہارا نہتے لوگ ہلاک ہو گئے، جس کی وجہ سے مساجد اور مدارس سمیت ہسپتالوں تک کو نشانہ بنایا گیا، جس کی وجہ سے ہزاروں خاندان اُجڑ گئے، بچے یتیم ہو گئے، خواتین بے آسرا ہو گئیں، جس کی وجہ سے امریکا کے بڑے بڑے بم تجربے کے لیے افغانوں پر گرائے گئے، جسے کابل کی مخلوط انتظامیہ کے پارلیمانی نمائندے، سینیٹ اراکین اور دیگر بہت سے حکومتی اراکین ایک افغان دشمن اعلانِ جنگ کہتے ہیں، اسی انتظامیہ کے چیف ایگزیکٹو اس اعلان کو ہمہ پہلو کامیاب اور افغان عوام کے تحفظ کا ضامن قرار دے رہے ہیں۔

یہ امریکا کی قائم کردہ انتظامیہ کے ایک کٹھ پتلی اور درجہ دوئم کے صدر کا بیان ہے، جو امریکی میڈیا کے سامنے دیا گیا تھا۔ اس کے ذریعے افغانستان کے غیور عوام کے احساسات کو زک پہنچائی جا رہی ہے۔ امریکی وزیر جان کیری نے اس حکومت کی بنیاد کابل میں امریکی سفارت خانے میں اس لیے رکھی تھی کہ یہ امریکی مفادات کا تحفظ کرے گی۔ اسی حکومت کے کاندھے پر بندوق رکھ کر افغان عوام کو قتل کیا جائے گا اور امریکی دوستوں کو تحفظ فراہم ہو سکے۔

افغانوں کا یہ قتل عام انسانی جرم سمجھا جاتا ہے اور نہ اسے انسانی حقوق کی پامالی باور کیا جاتا ہے۔ امریکی کٹھ پتلیوں اور ان کے ترجمانوں کے بقول افغانستان میں امریکی فوجیوں کے تمام جرائم پر افغانوں کے تحفظ کا لیبل لگایا جاتا ہے۔ یہ امریکی مزدوروں کی وہ شیطانی منطق ہے، جس سے وہ افغان عوام کو دھوکے میں رکھنا چاہتے ہیں۔ افغان حکومت کو سمجھ لینا چاہیے کہ افغان عوام کو حکومت کی حقیقت معلوم ہو گئی ہے۔ اسی لیے وہ جہاد کے محاذوں کا رُخ کر رہے ہیں۔ افغان عوام جان گئے ہیں کہ اُن کی امریکا اور امریکی غلاموں سے نجات جہاد میں ہی پوشیدہ ہے۔ اب یہ جہاد مکمل آزادی تک جاری رہے گا۔

آخر امریکا ہی ناکام و نامراد ہے

عابد

کابل انتظامیہ اور اس کے آقا امریکا نے افغانستان پر ظلم و درندگی کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ آزادی و حریت کے لیے برسرپیکار مجاہدین کے خلاف مسلسل ناکامیوں کا بدلہ عوام سے لیا جارہا ہے۔ مجاہدین کے خلاف کسی بھی میدان میں کامیابی حاصل نہیں کی جاسکی۔ اسی لیے غلاموں نے باہم مل کر نئی اسٹریٹیجک پالیسی بنا کر افغانستان کے مظلوم مسلمانوں اور ان کے بچوں، بوڑھے اور خواتین پر بے رحمانہ تشدد اور بمباریاں کر رہے ہیں۔ کوئی ایسا دن نہیں گزرتا، جس میں بمباری سے درجنوں مسلمان شہید نہ ہوتے ہوں۔ اسٹریٹجی کے نتائج کے حصول سے پہلے اس لیے اس پر عمل کیا جارہا ہے، تاکہ عوام مجاہدین کی پشت پناہی چھوڑ دیں۔ یہ بھی ہو کہ امریکی قبضے کو جواز بخش کر اس کے ہر ظلم کے خلاف نہ کوئی احتجاج ہو اور نہ ہی اس پر کوئی رد عمل ہو۔ ورنہ افغانوں کے جان و مال اور ان کے تعلیمی ادارے اور ہسپتال تک محفوظ نہیں رہیں گے۔

سیاسی و عسکری ماہرین کا کہنا ہے کہ امریکا کا یہ رویہ جنگی اصولوں میں واضح شکست کی علامت ہے۔ جنگ کا ایک فریق شکست کو دیکھ کر یہی رویہ اپناتا ہے۔ مجاہدین کے حالیہ کمر توڑ حملوں سے امریکا اور اس کی کٹھ پتلیوں کی واضح شکست اور کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ مجاہدین نے حال ہی میں پکتیا، کابل، قندھار، غزنی، میدان وردگ اور فراہ میں نہایت کامیاب اور زوردار حملے کیے ہیں۔ غاصبین کو فدائی حملوں اور طیاروں کو مار گرانے جیسے حملوں سے سخت زک پہنچائی ہے۔ اسی طرح گوریلا حملوں میں بھی دشمن کو سخت جانی نقصان پہنچا ہے۔ حق و باطل کا یہ معرکہ کبھی بھی ان کوششوں سے نہیں دبے گا، بلکہ یہ تو جہاد کو مزید تقویت دینے کے اسباب ہیں۔ یہ معاملہ ان لوگوں کے جذبات کو بھی ابھارے گا، جو جہاد سے پیچھے رہ گیے ہوں

کسی طرح بھی مجاہدین کی صفوں میں کمزوری اور ناامیدی نہیں آسکتی۔ وہ اپنے ہدف کے مزید قریب ہو رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے مجاہدین کی صفوں میں پہلے سے کئی گناہ زیادہ وحدت، بلندی عزم اور افرادی قوت میں اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔ اسی لیے ہم نہایت مطمئن ہیں کہ امریکا کے حالیہ ناکام اقدامات کا انجام بھی شکست ہی ہوگا۔ حق اور کامیابی مجاہدین کی ہوگی۔ ناکامی اور ناامیدی شیطانی لشکر کے مقدر میں ہے۔

اللہ کا لشکر ہی غالب ہو کر رہنے والا ہے!

جنگی جرائم اکتوبر 2017

سید سعید

2 اکتوبر کو قندوز کے ضلع امام صاحب کے گاؤں گمبز میں کٹھ پتلی فورسز کی فائرنگ سے دو خواتین شہید، جب کہ خواتین اور بچوں سمیت سات افراد زخمی ہوگئے۔ اسی دن صوبہ غزنی کے ضلع قرہ باغ کے علاقے قلعہ احمد میں لیویز اہل کاروں نے موٹر سائیکل سواروں پر فائرنگ کرکے دو افراد کو شہید کر دیا۔

3 اکتوبر کو صوبہ زابل کے دارالحکومت قلات کے قریب قلعہ رمضان خان کے علاقے میں امریکی ڈرون طیاروں نے موٹر سائیکل سوار جوڑے پر حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا۔ جب کہ قندھار کے ضلع معروف کے علاقے خدر خیل اور آدم خیل میں افغان فوجیوں نے ایک شہری جانان کو شہید کر دیا اور تین دکانیں لوٹ لیں۔

4 اکتوبر کو صوبہ قندوز کے ضلع دشت آرچی کے علاقے قندوز بندر، امام صاحب بندر اور ادیسی میں فورسز نے شہری آبادی پر مارٹر گولے فائر کر کے چار شہریوں کو شہید اور دو کو زخمی کر دیا۔ اسی دن صوبہ بادغیس کے ضلع غورماچ کے علاقے تیز نادہ میں فورسز نے ایک کلینک پر راکٹ حملہ کیا، جس کے نتیجے میں ایک شخص شہید اور ایک زخمی ہوگیا۔

5 اکتوبر کو امریکی اور افغان فورسز نے صوبہ ننگرہار کے ضلع بٹی کوٹ کے علاقے چہاردہ اور چوتھا فارم پر چھاپہ مارا۔ گھر گھر کی تلاشی کے دوران 17 افراد کو حراست میں لے لیا۔

6 اکتوبر کو قندوز کے ضلع دشت آرچی کے علاقے ادیسی میں اجرتی فورسز کے راکٹ حملے میں ایک گھر تباہ ہوگیا۔ ایک عورت جاں بحق اور دو بچے زخمی ہوگئے۔

7 اکتوبر کو صوبہ پکتیا کے ضلع جانی خیل کے علاقے شنگی اور کوٹی پر امریکی اور افغان فورسز نے چھاپہ مارا اور تیس شہریوں کو حراست میں لے لیا۔

9 اکتوبر کو صوبہ غور کے دارالحکومت کے مضافات چغ چران اور غلمین کے علاقے میں اجرتی فورسز نے مجاہدین کے ساتھ جھڑپ کے بعد علاقے پر بمباری کی، جس کے نتیجے میں 6 شہری شہید ہوگئے، جب کہ مقامی لوگوں کو بھاری مالی نقصان بھی ہوا۔

10 اکتوبر کو قندھار کے ضلع شاولیکوٹ کے علاقے حسن زئی میں امریکی اور کٹھ پتلی فورسز نے چھاپہ مارا۔ 3 افراد کو شہید اور 8 کو حراست میں لے لیا۔

12 اکتوبر کو ارکان پارلیمنٹ اور عینی شاہدین نے میڈیا کے حوالے سے بتایا کہ صوبہ کنڑ کے ضلع چوکی کے علاقے گلدرہ پر امریکی طیاروں نے بمباری کر کے 2 گھر تباہ اور خواتین اور بچوں سمیت 14 افراد شہید کر دیے۔

13 اکتوبر کو صوبہ ننگرہار کے ضلع خوگیانو کے علاقے ٹینگ میں امریکی اور کٹھ پتلی فورسز نے چھاپہ مارا۔ مقامی لوگوں کو تشدد کا نشانہ بنایا اور لوٹ مار کرنے کے بعد ایک دکان دار کو شہید اور دو دکانداروں کو حراست میں لے لیا۔ اسی دن صوبہ اروزگان کے دارالحکومت ترین کوٹ کے قریب درویشان نیازو کے علاقے میں اجرتی فورسز نے فائرنگ کر کے دو بچوں کو شہید کر دیا۔

15 اکتوبر کو صوبہ ہلمند کے ضلع ناد علی اور مارجہ کے درمیان گروف شش کے علاقے میں امریکی ڈرون طیارے نے ایک موٹر پر حملہ کیا جس میں سوار دو خواتین سمیت پانچ افراد موقع پر شہید ہوئے۔

16 اکتوبر کو صوبہ زابل کے دارالحکومت قلات کے قریب خان کلی بند میں پولیس نے ایک شخص محمد امین ولد عبدالغفار کو شہید کر دیا۔ جب کہ صوبہ کاپیسا کے ضلع نجراب کے علاقے افغان درہ میں کلی فیروز پر امریکی اور افغان فورسز نے مشترکہ کارروائی کے دوران ایک شخص کو شہید اور ایک کو زخمی کر دیا۔ اسی دن صوبہ ننگرہار کے ضلع پچیر اگام کے علاقے صبر میں حملہ آوروں نے کٹھ پتلی فوجیوں کے ہمراہ

چھاپہ مارا۔ لوگوں پر تشدد کیا۔ گھروں کے دروازے بموں سے اڑا کر اندر گھس گئے اور جاتے ہوئے علاقے پر بمباری کی، جس میں خواتین اور بچوں سمیت آٹھ افراد شہید ہو گئے۔

17 اکتوبر کو مشرقی صوبہ ننگرہار کے ضلع حصارک کے علاقے دوآب میں امریکی اور کٹھ پتلی فوجیوں نے چھاپہ مارا۔ پانچ عام شہریوں کو شہید اور ایک کو گرفتار کر لیا گیا۔ جب کہ لوگوں کو وسیع پیمانے پر مالی نقصان بھی پہنچایا۔ اسی دن صوبہ ہلمند کے ضلع مارجہ کے علاقے قاسم بازار پر ملکی کمانڈوز نے امریکی طیاروں کی مدد سے چھاپہ مار کر تین شہریوں کو شہید اور ایک کو زخمی کر دیا۔ جب کہ صوبہ پکتیا کے ضلع پٹان کے علاقے نری پر امریکی طیاروں نے بمباری کر کے چھ شہری شہید اور دو زخمی کر دیے۔ اسی طرح صوبہ میدان وردگ کے ضلع چک کے علاقے جویری گاؤں میں پولیس نے ایک نوجوان 'رفیع اللہ' کو شہید کر دیا۔ قندھار کے ضلع شاولی کوٹ کے علاقے المیش میں اجرتی فورسز نے ایک شہری کو شہید اور ایک گاڑی کو جلا دیا۔

18 اکتوبر کو صوبہ غور کے ضلع دولینہ کے علاقے کنعان میں فورسز نے 60 سال کے ایک معمر شخص کو شہید کر دیا۔ گھروں کو لوٹنے کے بعد آگ لگا دی۔

20 اکتوبر کو صوبہ غزنی کے ضلع شلگر کے علاقے کیجرہ پر حملہ آوروں نے ڈرون حملہ کر کے چار شہری شہید کر دیے۔ اسی دن کو صوبہ ننگرہار کے ضلع خوگیانو کے علاقے نکڑ خیل میں حملہ آوروں نے افغان فورسز کے ہمراہ مل کر چھاپہ مارا۔ گھر گھر تلاشی کے دوران ایک شخص کو شہید اور چار افراد کو حراست میں لے لیا۔

22 اکتوبر کو صوبہ ہلمند کے ضلع ناوا کے علاقے جرمانو میں فورسز نے ایک گاڑی پر اندھا دھند فائرنگ کر کے سوار چار افراد کو شہید اور ایک کو زخمی کر دیا۔ اسی طرح صوبہ غزنی کے ضلع ناوہ کے علاقے تنگی پر حملہ آوروں نے چھاپہ مار کر حمداللہ اور لطف اللہ اخترادہ کو شہید کر دیا۔ جب کہ بچوں اور خواتین سمیت اسی خاندان کے دس افراد کو حراست میں لے لیا۔ اسی دن صوبہ فاریاب کے ضلع پشتون کوٹ کے علاقے قورہ میں فورسز نے مقامی آبادی پر بمباری کر کے تین شہری شہید اور پانچ زخمی کر دیے۔ جب کہ فاریاب کے ضلع شرین تگاب کے علاقے تورکل میں پولیس نے باپ اور بیٹے کو شہید کر دیا۔ اسی دن صوبہ زابل کے ضلع شاہ جوئی اور ضلع نوبہار کے درمیان لوڑ مرغہ بٹ خیل کے علاقے میں امریکی طیاروں نے ایک مسجد پر حملہ بمباری کر کے تین طالب علموں کو شہید اور پانچ افراد کو حراست میں لے لیا۔ اسی دن حملہ آوروں اور کٹھ پتلی فورسز نے مشترکہ کارروائی کے دوران صوبہ غزنی کے ضلع ناوہ کے علاقے چادر مانده میں روحانی شخصیت قطب اللہ اخوندزادہ سمیت تین افراد کو شہید، جب کہ ایک خاتون سمیت اسی خاندان کے تمام افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔ صوبہ ہلمند کے ضلع گرمسیر کے علاقے تختہ پل میں امریکی طیاروں کی بمباری میں آٹھ شہری شہید اور زخمی ہو گئے۔

23 اکتوبر کو صوبہ ننگرہار کے ضلع غنی خیل میں امریکی اور کٹھ پتلی فورسز نے مشترکہ کارروائی کے دوران ایک خاندان کے 7 افراد کو شہید کر دیا، جب کہ چھاپے کے دوران گھروں کے دروازے توڑ کر اندر گھسنے کے بعد قیمتی سامان بھی لوٹ لیا گیا۔

24 اکتوبر کو صوبہ پکتیا کے ضلع احمد آباد کے علاقے حسن خیل میں پولیس نے فائرنگ کر کے تین شہریوں کو شہید اور ایک قبائلی رہنما کو زخمی کر دیا۔

25 اکتوبر کو قندھار کے ضلع معروف کے علاقے اسحاق زئی میں امریکی اور افغان فورسز نے چھاپہ مار کر خواتین اور بچوں سمیت 5 افراد کو زخمی کر دیا، جب کہ سات افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔ چھ گھروں، سات گاڑیوں اور درجنوں موٹر سائیکلوں کو جلا دیا، جب کہ سات دکانیں لوٹ لی گئی۔

26 اکتوبر کو صوبہ غزنی کے ضلع گیلان کے علاقے سپین تک سپینی غونڈی میں امریکی ڈرون حملے میں تین افراد شہید اور دو افراد زخمی ہو گئے۔

31 اکتوبر کو قندھار کے ضلع خاکریز کے علاقے لام کاریز میں امریکی اور کٹھ پتلی فورسز نے چھاپے کے دوران ایک شخص کو شہید اور اٹھارہ افراد کو حراست میں لے لیا۔ اسی دن صوبہ فراہ کے ضلع پشت رود کے علاقے داب سوراخ میں فورسز نے بمباری کر کے ایک شخص کو شہید اور پانچ افراد کو زخمی کر دیا۔

ذرائع: بی بی سی، آزادی ریڈیو، افغان اسلامک پریس، پژواک، خبریال، لراوبر، نن ڈاٹ ایشیا اور دیگر ویب سائٹس۔

افغانستان نومبر 2017 میں

احمد فارسی

زیر نظر تحریر میں صرف وہ واقعات و حقائق یکجا کیے گئے ہیں، جن کا دشمن نے بھی اعتراف کیا ہے۔ جب کہ علاوہ ازیں بہت سے واقعات و حقائق ایسے بھی ہیں، جن کا دشمن انکار کرتا ہے۔ لہذا تفصیلی اعداد و شمار دیکھنے کے لیے امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ ملاحظہ فرمائیں۔

نومبر میں موسم سرما کی ٹھنڈ کے باوجود افغانستان بھر میں اہم فتوحات کے علاوہ مشترکہ دشمن کو بھاری جانی و مالی نقصان کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اس مہینے میں مختلف واقعات اور کامیابیوں کے بارے میں مکمل رپورٹ ملاحظہ فرمائیں:

قابض دشمن کو پہنچنے والا جانی نقصان:

افغانستان پر امریکی یلغار کے بعد عوام بخوبی جانتے ہیں کہ امریکا نے ہمیشہ اپنی ہلاکتوں اور نقصانات چھپانے کی کوشش کی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ امریکی فوجی افغانستان میں جانی اور مالی نقصان سے محفوظ ہے، بلکہ اسے ہر ماہ بھاری جانی و مالی نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ نومبر میں بھی قابض دشمن کو افغانستان پر ناجائز قبضے کی بھاری قیمت چکانا پڑی، جس کے مطابق 5 نومبر کو مجاہدین نے صوبہ لوگر کے ضلع برکی برک میں امریکی فوجیوں پر شدید حملے کیے، جن کے نتیجے میں متعدد امریکی فوجی ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ عینی شاہدین کا کہنا ہے کہ 'اخوند بابا' نامی گاؤں میں مجاہدین نے امریکی ٹینکوں پر اچانک حملہ کیا اور درجنوں امریکی فوجی ہلاک ہوئے، تاہم دشمن نے اس جھڑپ میں صرف ایک فوجی کی ہلاکت کی تصدیق کی ہے۔

7 نومبر کو امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے صوبہ میدان وردگ کے ضلع سید آباد میں پولیس ٹریننگ سینٹر پر حملہ کیا، جس میں تربیت دینے والے چند غیر ملکی فوجیوں کے علاوہ درجنوں افغان پولیس اہل کار ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ اسی طرح 17 نومبر کو صوبہ ننگرہار کے ضلع چپرہار میں امریکی فوجیوں پر مجاہدین نے اندھادھند فائرنگ کر دی۔ عینی شاہدین کے مطابق اس حملے میں بڑی تعداد میں امریکی فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔

اگرچہ حملہ آوروں کو بہت زیادہ جانی نقصان پہنچا، تاہم انہوں نے نومبر میں صرف 2 فوجیوں کی ہلاکت کا اعتراف کیا۔ رواں سال کے دوران ہلاک ہونے حملہ آوروں کے اعتراف کے مطابق 16 غیر ملکی فوجی ہلاک ہو چکے ہیں۔ جب کہ امریکی یلغار کی ابتداء سے اب تک 3544 غیر ملکی فوجی ہلاک ہو چکے ہیں۔

کٹھ پتلی دشمن کا جانی نقصان:

گزشتہ ماہ میں کٹھ پتلی حکومت نے اپنے آقاؤں اور متعلقہ اداروں سے مطالبہ کیا کہ وہ افغان فورسز اور حکومتی افراد کی ہلاکتوں کے اعداد و شمار شائع نہ کریں، کیوں کہ اس سے افغان فورسز اور حکام کے حوصلے پست ہوتے ہیں۔ جب کہ حکومتی صفوں میں انتشار پیدا ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہر روز کتنے ضمیر فروش امریکی مفادات اور اہداف کی تکمیل کے لیے اپنی زندگی ضائع کر رہے ہیں، لیکن مجموعی طور پر یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہر ماہ کم سے کم 500 اہل کار لقمہ اجل بنتے ہیں۔

5 نومبر کو صوبہ فاریاب کے ضلع المار میں اداراتی مینیجر بم دھماکے میں ہلاک ہو گیا۔ دو دن بعد 7 نومبر کو صوبہ ہرات کی صوبائی کونسل کا ایک رکن بھی مارا گیا۔

12 نومبر کو قندھار میں صوبائی کونسل کے مشیر کو ہلاک کر دیا گیا۔ 17 نومبر کو ذرائع ابلاغ نے خبر شائع کی کہ صوبہ فاریاب کے ضلع پشتون کوٹ میں جنرل دوستم کے قریبی دوست اور جنگجو کمانڈر مجاہدین کی ایک کارروائی میں ہلاک ہوگیا۔ 18 نومبر کو صوبہ کنڑ کے ضلع چوکی میں آبادکاری کونسل کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر ہلاک ہوگئے۔ چند دن کے بعد صوبہ نیمروز کے ضلع خاش رود کے گورنر ایک دھماکے میں ہلاک ہوگئے۔

دشمن کا مالی نقصان:

قابض قوتوں اور کٹھ پتلی حکومت کو حسب سابق نومبر میں بھی مجاہدین کے کامیاب حملوں کے نتیجے میں بھاری جانی نقصان کے علاوہ مالی نقصان سے بھی دوچار

ہونا پڑا ہے۔ اس سلسلے میں سب سے بڑا نقصان 14 نومبر کو ہوا، جب مجاہدین نے شمالی صوبے نورستان کے ضلع برگ متال میں دشمن کا ایک ہیلی کاپٹر مار گرایا۔

نہتے عوام اور بے رحم دشمن:

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا کہ حالیہ مہینوں میں قابض استعماری قوتوں اور ان کے حواریوں نے اپنی ذلت آمیز شکست چھپانے اور عوام کی توجہ کسی اور جانب مبذول کرانے کے لیے نہتے عوام پر ظلم و سربریت کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ افغانستان بھر میں عوام کا قتل عام کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلے میں 3 نومبر کو افغان نیشنل آرمی نے بھارتی ہیلی کاپٹروں کے ذریعے صوبہ غزنی کے ضلع گیرو میں سول آبادی پر بمباری کر کے 4 افراد کو شہید اور متعدد کو زخمی کر دیا۔ اس کے علاوہ بڑے پیمانے پر مالی نقصان بھی پہنچایا۔ ایک دن بعد میڈیا نے رپورٹ شائع کی کہ امریکی طیاروں نے قندوز کے ضلع چہاردرہ میں مظلوم شہریوں پر شدید بمباری کی، جس میں درجنوں افراد شہید اور زخمی ہوئے۔ اس کے علاوہ قندوز کے باشندوں نے لاقانونیت، چوری کی بڑھتی ہوئی واردات، اغواء برائے تاوان کے علاوہ انتظامیہ اور پولیس کی طرف سے چوری، راہ زنی اور بدامنی میں ملوث ہونے کے خلاف احتجاجی ریلی نکالی اور شہر کے مرکزی چوک پر احتجاجی جلوس منعقد کیا۔ 5 نومبر کو قابض اور جابر امریکی فوجیوں نے صوبہ قندوز کے ضلع چہاردرہ میں تین دیہاتوں پر شدید بمباری کی، جس میں خواتین اور بچوں سمیت درجنوں افراد شہید اور زخمی ہوئے۔ جب کہ امریکا نے ان عوامی ہلاکتوں کی تردید کر دی۔ تاہم یوناما نے ایک ٹویٹ میں دس افراد کی ہلاکت کی تصدیق کی۔

9 نومبر کو صوبہ فراہ کے ضلع خاک سفید میں امریکی طیاروں نے سول آبادی پر شدید بمباری کی، جس کے نتیجے میں متعدد عام شہری شہید اور زخمی ہوئے۔ اس کے علاوہ بڑے پیمانے پر شہریوں کو مالی نقصان کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ 20 نومبر کو صوبہ ہلمند کے ضلع موسی قلعہ اور ضلع نوزاد میں ایک دن میں تین حملوں کی خبریں شائع ہوئیں۔ جن میں درجنوں شہری شہید ہوئے۔ اگلے روز صوبہ ننگرہار کے ضلع شیرزادو میں امریکی اور افغان فورسز نے مشترکہ کارروائی کے دوران ایک عالم دین سمیت 7 افراد کو شہید کر دیا۔

22 نومبر کو صوبہ ہلمند کے ضلع دیش میں ظالم امریکی فوجیوں نے مقامی آبادی پر شدید فضائی حملے کیے، جن میں 44 مظلوم اور نہتے شہری شہید ہو گئے۔ اس الم ناک واقعے کے بعد پورے علاقے میں امریکی درندوں کے خلاف غم و غصے اور نفرت کی انتہاء ہو گئی، لیکن زر خرید میڈیا نے اس انسانیت سوز واقعے کی ایک خبر تک شائع کی اور نہ ہی تجزیہ نگاروں اور مبصرین نے اس کے خلاف آواز اٹھائی۔ ایک دن بعد وحشی امریکی فوجی اور بے ضمیر افغان اہل کار صوبہ میدان وردگ کے ضلع نرخ میں رات گئے، ایک مدرسے میں داخل ہوئے اور جنگلی جانوروں کی طرح قرآن کریم کے معصوم حفاظ کرام پر ٹوٹ پڑے، جن کی عمریں بیس سال سے کم تھیں۔ ظالمانہ طریقے سے اندھا دھند فائرنگ کر کے موقع پر سات معصوم حفاظ کرام کو شہید کر دیا۔ 23 نومبر کو ایک اور دل خراش واقعہ صوبہ پکتیا کے ضلع احمد آباد میں تب رونما ہوا، جب پولیس اہل کاروں نے ایک عالم دین کو بے دردی سے شہید کر دیا۔ 24 نومبر کو حملہ آوروں نے صوبہ کاپیسا کے ضلع نجراب میں ایک خاندان کے چھ افراد کو شہید کر دیا۔

ان تمام سنگین جرائم اور دل خراش واقعات پر کٹھ پتلی اور بے ضمیر حکمرانوں نے مکمل خاموشی اختیار کر رکھی ہے۔ سیکڑوں نہتے شہریوں کی شہادت پر مذمتی بیان تو دور کی بات، اظہار افسوس تک نہیں کیا گیا۔ اسی لیے جابر دشمن نے سنگین جرائم کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے۔ 28 نومبر کو ہلمند کے ضلع موسی قلعہ کے بازار میں سو سے زائد دکانوں کو لوٹ کر انہیں اور وہاں کھڑی گاڑیوں کو آگ لگا دی گئی۔

منصوری آپریشن:

اگرچہ نومبر میں سردی کی شدت میں بھی اضافہ ہوا، تاہم منصوری آپریشن کامیابی سے جاری تھا۔ اس دوران حملہ آوروں اور اجرتی فورسز پر کامیاب درجنوں حملے کیے گئے۔ وزارت دفاع نے 12 نومبر کو اعتراف کیا کہ گزشتہ سال کی نسبت رواں سال مجاہدین کے حملوں میں 13 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ 16 نومبر کو جاری ہونے والی ایک خبر کے مطابق وزارت داخلہ نے مجاہدین کے پاس موجود ہتھیاروں

کے بارے میں تشویش کا اظہار کیا۔ یہاں تمام کارروائیوں کا احاطہ ناممکن ہے۔ صرف چند اہم واقعات بطور مثال ذکر کیے جاتے ہیں:

7 نومبر کو مجاہدین نے صوبہ میدان وردگ کے ضلع سید آباد میں پولیس کے تربیتی مرکز پر حملہ کر کے اس میں موجود درجنوں پولیس اہل کاروں سمیت متعدد سینئر غیر ملکی اور افغان تربیت کاروں کو ہلاک کر دیا گیا۔ اس آپریشن میں تربیتی مرکز کی عمارت بھی مکمل طور پر تباہ ہوگئی۔ 10 نومبر کو صوبہ ہلمند میں سرحدی فورسز پر ایک کار بم دھماکہ کیا گیا، جس میں بڑی تعداد میں اہل کار ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ ایک دن بعد ہلمند کے ضلع ناوہ میں حملہ آوروں کے اڈے پر مجاہدین نے شدید حملہ کیا، جس نے دشمن کو بہت دکھ دیا۔

13 نومبر کو صوبہ بادغیس کے ضلع مقر میں مجاہدین نے دشمن کی دو چوکیوں کو فتح کیا، اسی طرح اسی روز صوبہ فراہ کے ضلعی مرکز میں مجاہدین نے ایک کامیاب کارروائی کے دوران تمام دستیاب ہتھیار، گولہ بارود اور سامان غنیمت میں حاصل کیا۔ اسی دن قندھار کے ضلع ژنڈ میں مجاہدین نے حملہ آوروں پر شدید حملہ کیا، جس میں متعدد امریکی فوجی ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ صوبائی حکومت کے ایک اہم ذمہ دار نے نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر میڈیا کو بتایا کہ اس حملے میں پانچ امریکی فوجی زخمی ہوئے، جن میں تین کی حالت نازک ہے۔ ایک دن بعد نیٹو نے بھی اعتراف کیا کہ اس حملے میں 4 فوجی زخمی ہوئے ہیں۔

14 نومبر کو صوبہ نورستان کے ضلع پرگمنال میں مجاہدین نے دشمن کا ایک ہیلی کاپٹر مار گرایا۔ 17 نومبر کو مجاہدین نے صوبہ ننگرہار کے ضلع چپرہار میں حملہ آوروں پر حملہ کیا۔ عینی شاہدین کے مطابق اس حملے میں متعدد فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔ 28 نومبر کو مجاہدین نے صوبہ فاریاب کے ضلع پل چراغ میں نیشتر کے علاقے پر اپنا کنٹرول قائم کر لیا۔

مجاہدین کے ساتھ ملنا اور رابطہ کار:

حالیہ سالوں میں امارت اسلامیہ کے جلب وجذب کمیشن کی ان تھک کوششوں کے نتیجے میں دشمن کی صف سے بڑی تعداد میں افسران اور مختلف اداروں کے عملے نے حقیقت کا ادراک کرتے ہوئے مجاہدین کی صف میں شمولیت اختیار کی ہے۔ یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ اس حوالے سے تفصیلی رپورٹ مذکورہ کمیشن کی ماہانہ رپورٹ میں ملاحظہ فرمائیں، تاہم یہاں بطور نمونہ چند واقعات پیش خدمت ہیں:

18 نومبر کو صوبہ پکتیکا کے ضلع گومل کے سابق گورنر، جو علاقے کے بااثر افراد میں سے ہیں، مجاہدین کے ساتھ مل گئے۔ 26 نومبر کو صوبہ جوزجان کے ضلع آق چی میں پولیس کے ایک گروہ نے اپنے تمام ہتھیار اور گولہ بارود کے ساتھ امارت اسلامیہ میں شمولیت اختیار کر لی۔

ایک اور واقعہ 22 نومبر کو پیش آیا۔ صوبہ ہلمند کے ضلع مارجہ میں ایک رابطہ کار مجاہد نے فائرنگ کر کے 27 فوجیوں کو ہلاک کر دیا، جب کہ وہ خود جوابی کارروائی میں شہید ہوگیا۔ اس واقعے کے بعد 27 نومبر کو میڈیا نے رپورٹ شائع کی، جس میں ہلمند اور قندھار میں تعینات امریکی فوجیوں کے حوالے سے وضاحت تھی کہ 'نئی امریکی حکمت عملی کے اعلان کے بعد سب سے بڑا خوف ہمیں اپنے تربیت یافتہ افغان فوجیوں سے ہے، جو ہمارے افغانستان پر قبضے کے رد عمل میں سب کو نشانہ بناتے ہیں۔

کٹھ پتلی انتظامیہ کی بے بسی:

کابل انتظامیہ اور غیر ملکی قابض قوتیں صرف عسکری میدان میں نہیں، بلکہ ثقافتی اور پروپیگنڈے کے شعبے میں بھی رسواکن شکست سے دوچار ہیں۔ وہ اپنے متزلزل مؤقف کے دفاع کے لیے غیر قانونی طریقوں کا سہارا لے رہی ہیں۔ 3 نومبر کو کابل انتظامیہ نے تمام ٹیلی کمیونیکیشن نیٹ ورکس سے مطالبہ کیا کہ وہ 20 دن تک وٹس ایپ اور ٹیلی گرام کو بند رکھیں، تاکہ حکومت کے مخالفین حقائق قوم کے سامنے پیش نہ کر سکیں۔ حکومت کی دوغلی اور متضاد پالیسی ملاحظہ فرمائیں کہ ایک جانب سوشل میڈیا پر پابندی کا مطالبہ کیا جاتا ہے اور دوسری جانب نام نہاد صدر اشرف غنی میڈیا اور آزادی اظہار رائے کے احترام کا دعوی بھی کرتے ہیں۔

مزدور دشمن کی ذلت:

کٹھ پتلی انتظامیہ کی ذلت اور شرم ناک شکست کی داستانیں کھلی کتاب کی مانند ہیں۔ ہر روز کٹھ پتلی ادارے کے رہنماؤں کے دامن پر بدعنوانی کے نئے داغ لگنے سے پوری قوم کا سر شرم سے جھک جاتا ہے۔ اس سلسلے میں 4 نومبر کو پارلیمنٹ

اراکین کی بدعنوانی کے معاملات کی تحقیقات کرنے والی اصلاحات کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں اسپیکر پارلیمنٹ سے مطالبہ کیا کہ وہ پارلیمنٹ بجٹ سے 5 ملین رقم واپس سرکاری خزانے میں جمع کریں۔ کٹھ پتلی ادارے کے حکام کرپشن میں ایک دوسرے سے سبقت لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ فخریہ طور پر کرپشن کی باتیں کرتے ہیں۔

گزشتہ ماہ نیٹو نے اعلان کیا کہ 3000 سے زائد فوجیوں کو افغانستان میں تعینات کیا جائے گا۔ 8 نومبر کو ایوان صدر نے اس اعلان کا خیر مقدم کیا۔ اگلے روز نیٹو نے کٹھ پتلی حکومت کے خیر مقدم کو سراہتے ہوئے واضح کیا کہ نیٹو فوجی اس وقت تک افغانستان میں رہیں گے، جب تک افغان نیشنل آرمی میں جنگ کی قوت اور صلاحیت پیدا نہیں ہو جاتی۔

12 نومبر کو شفافیت تحقیقاتی ادارے نے جیلوں میں قیدیوں پر تشدد اور بدعنوانی میں اضافے کے حوالے سے ایک رپورٹ شائع کی، جس کے مطابق گزشتہ تین سالوں میں قیدیوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک کے 1000 سے زیادہ واقعات رجسٹرڈ کیے گئے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ اب قیدیوں کی حالت بہت بدتر ہے۔ اس بارے میں اس ادارے کو سخت تشویش لاحق ہے۔ رپورٹ کے مطابق جیلوں میں خواتین قیدیوں کو جنسی تشدد کا نشانہ بھی بنایا جاتا ہے۔ افغان حکومت کے اعلیٰ حکام اس صورت حال کے حوالے سے کچھ بھی نہیں کرتے۔ وہ صرف تماشائی کا کردار ادا کر رہے ہیں۔

یورپی یونین نے 13 نومبر کو کابل انتظامیہ کو خبردار کیا کہ اگر اس نے بدعنوانی کا سدباب نہ کیا تو وہ مزید مالی مدد فراہم نہیں کرے گی۔ 15 نومبر کو ایشیا فاؤنڈیشن نے ایک سروے رپورٹ شائع کی، جس کے مطابق موجودہ حکومت پر عوام کا اعتماد گزشتہ برسوں کی نسبت بہت کم ہو کر رہ گیا ہے۔ ایک اور خبر کے مطابق اقوام متحدہ نے 16 نومبر کو ایک رپورٹ شائع کی، جس میں کہا گیا کہ افغانستان میں منشیات اور افیون کی پیداوار میں 87 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ اس خبر نے حملہ آوروں اور ان کے حواریوں کے دعووں کو غلط ثابت کر دیا، جنہوں نے جھوٹے دعوے کیے تھے کہ انہوں نے منشیات کے خاتمے کے لیے ترجیحی بنیادوں پر اقدامات کیے ہیں۔ 16 نومبر کو نیٹو نے افغانستان کے لیے قطر اور امارات کے فوجیوں کا اعلان کیا۔ کہا جاتا ہے ممکنہ طور پر ان فوجیوں میں پاکستان کے فوجی بھی شامل ہو سکتے ہیں۔ جب کہ کٹھ پتلی حکومت گزشتہ 16 سال سے یہ پروپیگنڈا کر رہی ہے کہ پاکستان میں مجاہدین کے محفوظ ٹھکانے موجود ہیں اور وہ مجاہدین کو مدد فراہم کر رہا ہے۔ 21 نومبر کو کابل کی وزارت دفاع نے کہا کہ نیٹو کے فوجی دستوں میں پاکستانی فوجیوں کی آمد قابل تشویش امر نہیں ہے۔

21 نومبر کو نیٹو کمانڈر نے کہا کہ اگلے دو سالوں میں افغانستان کے 80 فیصد رقبے پر حکومتی رٹ قائم کی جائے گی، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ وہ پورے افغانستان پر اپنے کنٹرول کا دعویٰ کرتے ہیں۔ وہ اس حقیقت کو نظرانداز کرتے ہیں کہ افغانستان کے 50 فیصد رقبے پر امارت اسلامیہ کا کنٹرول قائم ہے۔ ایک اور رپورٹ کے مطابق 23 نومبر کو قومی اسمبلی کے اسپیکر نے الزام لگایا کہ کابل انتظامیہ کے سربراہ نے انہیں جان سے مارنے کی دھمکیاں دی ہیں۔ عجیب حکومت ہے کہ ایک دوسرے کو جان سے مارنے کی دھمکیاں دی جاتی ہیں۔

مجاہدین کی خدمات کا ایک اور اعتراف:

حالیہ دنوں کٹھ پتلی حکومت کی جانب سے تعلیم کے حوالے سے امارت اسلامیہ کی کوششوں کا خیر مقدم کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں 29 نومبر کو ہرات میں اس انتظامیہ کے بعض حکام نے اعتراف کیا کہ امارت اسلامیہ کی طرف سے مدارس اور اسکولوں میں بچوں کو تعلیم فراہم کرنے پر ہم خوشی اور اطمینان کا اظہار کرتے ہیں۔ اس سے قبل امریکا اور کٹھ پتلی حکومت نے ہمیشہ امارت اسلامیہ کو بدنام کرنے کے لیے بے بنیاد الزامات لگائے تھے کہ امارت اسلامیہ تعلیم کے خلاف ہے۔ مجاہدین اسکولوں، پلوں اور کلینکس کو تباہ کرتی ہے۔ وہ تعلیم دشمن پالیسی پر گامزن ہے، جب کہ امارت اسلامیہ نے ہمیشہ اپنے اعلامیوں اور قیادت کی جانب سے عید اور دیگر موقعوں کے بیانات میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ امارت اسلامیہ تعلیم اور ترقی کی راہ میں رکاوٹ نہیں ہے۔ اب پہلی بار حکام نے بھی اس کا اعتراف کیا اور تعلیم کے حوالے سے مجاہدین کی کوششوں کو سراہا ہے۔

نمبر شمار	صوبہ	کاروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات					عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات		
				صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	ایجنٹوں کی ہلاکتیں	ایجنٹوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
-1	قندھار	38	1	14	0	178	22	38	5	15	1
-2	ہلمند	125	2	0	0	257	119	37	3	6	1
-3	زابل	20		0	0	28	8	4	1	1	
-4	روزگان	10		0	0	64	20	0	1	4	
-5	فراہ	20		0	0	54	22	9	2	9	
-6	غور	3		0	0	0	7	0	0	0	
-7	ہرات	24		6	3	59	53	8	4	7	
-8	نیمروز	11		0	0	15	2	9	0	3	
-9	بادغیس	19		0	0	17	20	2	0	0	
-10	فاریاب	24		0	0	29	20	6	1	2	
-11	کونڑ	10		0	0	14	2	1	0	0	
-12	ننگرہار	23		2	4	67	51	12	0	0	
-13	لغمان	14		13	2	22	17	6	1	0	
-14	نورستان	1				2	2				
-15	کابل	6	1	0	0	21	5	4	1	0	
-16	میدان وردگ	28	1	3	3	30	34	2	2	0	1
-17	غزنی	25		0	0	103	72	10	4	8	
-18	خوست	11		0	0	21	6	3	0	0	
-19	لوگر	16		15	0	69	10	2	2	0	
-20	کاپیسا	7		0	0	17	8	0	0	0	
-21	پروان	1		0	0	0	1	0	0	0	
-22	پکتیکا	9		0	0	8	4	0	0	0	
-23	پکتیا	11		0	0	18	18	4	0	0	
-24	قندوز	7	1	0	0	48	21	1	9	5	
-25	بغلان	9		0	0	18	3	3	5	0	
-26	تخار	4		0	0	5	11	3	0	0	
-27	سمنگان	2		0	0	1	2	1	0	0	
-28	بدخشان	4		0	0	4	12	1	1	1	
-29	بامیان	1		0	0	4	0	0	0	0	
-30	بلخ	7		0	0	9	9	3	0	0	
-31	جوزجان	1		0	0	1	2	0	0	0	
-32	دائی کنڈی										
-33	سرپل	2		0	0	1	2	1	0	0	
-34	پنج شیر										
مجموعہ		493	6	53	12	1184	585	170	42	61	3

ماہِ صفر میں ہونے والی کاروائیوں کا جدول

SHARIAT
Monthly Islamic Magazine
6th Year December 2017

بیت المقدس کو اسرائیلی دار الحکومت ماننے پر

امارت اسلامیہ کا رد عمل

آخر کار امریکا نے اپنے جارحیت پسند چہرے کو مزید عیاں کر کے دین اسلام سے دشمنی اور مسلمانوں کے علاقوں کو غصب اور استعمار سے حمایت کی پالیسی واضح کر دی ہے۔ امارت اسلامیہ امریکی صدر کی جانب سے مسلمانوں کے قبلہ اول بیت المقدس کو غاصب اسرائیل کا دارالحکومت تسلیم پُرزور الفاظ میں مذمت کرتی ہے۔ امارت اسلامیہ اس اقدام کو عالمِ اسلام کے خلاف تعصب پر مبنی اور عقل سے بعید فیصلہ سمجھتی ہے۔

ٹرمپ کا یہ فیصلہ دنیا بھر میں خاص کر مشرق وسطی میں تنازعات کو ابھارنے کی کوشش ہے۔ امریکی صدر ٹرمپ نے واضح کر دیا ہے کہ مسلمانوں سیاسی طور پر پہنچنے والے تمام مصائب میں امریکا براہ راست ملوث ہے، جو عشروں سے مسلمانوں کو تکلیف پہنچا رہا ہے۔ مسلم ممالک پر قبضہ، مسلمانوں کا قتل عام کرتا اور دین اسلام کی اقدار کو ختم کرنے کی مذموم کوشش میں ہے۔

امارت اسلامیہ تمام مسلم ممالک اور مسلم قوم سے کہتی ہے کہ بیت المقدس سے متعلق اپنی حمایت کا اعلان کیا جائے اور فلسطین کے مظلوم عوام کی جائز جدوجہد کا ساتھ دیا جائے۔ اگر عالم اسلام ایک دوسرے کی طرف بھائی چارے کا ہاتھ نہ بڑھائے اور متحدہ طور پر اپنے مسائل کے حل کے لیے کمربستہ نہ ہو، اسلام دشمن سازشوں کو نہ سمجھے اور آزادہ کے مواقع ضایع ہوتے رہے تو بہت جلد غاصب طاقتوں کی جانب سے مسلمانوں کی اقدار بھی نیست و نابود کی جانے کی کوششیں سامنے آئیں گی۔ جس سے مسلمانوں کا وجود عظیم نقصان سے دوچار ہو سکتا ہے۔

امارت اسلامیہ افغانستان

19 ربیع الاول 1439ھ بمطابق 07 دسمبر 2017ء